قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل
لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

جمعرات 07 اکتوبر 2021ء | 29 صفر 1443 ہجری قمری | 07 اخاء 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:238

ارشاد باری تعالیٰ

وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾

(الحشر: 10)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے ان سے پہلے ہی گھر تیار کر رکھے تھے اور ایمان کو (دلوں میں) جگہ دی تھی وہ ان سے محبت کرتے تھے جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئے اور اپنے سینوں میں اس کی کچھ حاجت نہیں پاتے تھے جو اُن (مہاجروں) کو دیا گیا اور خود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے باوجود اس کے کہ انہیں خود تنگی درپیش تھی۔ پس جو کوئی بھی نفس کی خساست سے بچایا جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مجلس کا حق

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ قَاعِدٌ فَتَزَحْزَحَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! إِنَّ فِی الْمَکَانِ سَعَۃً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ’’إِنَّ لِلْمُسْلِمِ لَحَقًّا إِذَا رَاٰہُ أَخُوْہُ أَنْ یَّتَزَحْزَحَ لَہٗ‘‘

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الادب باب القیام الفصل الثالث)

حضرت واثلہ بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا۔ رسول اللہؐ اسے جگہ دینے کے لئے اپنی جگہ سے کچھ ہٹ گئے۔ وہ شخص کہنے لگا یارسول اللہؐ! جگہ بہت ہے (آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں)۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان کا حق ہے کہ جب اس کا بھائی اسے دیکھے تو اس کے لئے سمٹ کر بیٹھے (اور اسے جگہ دے)۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

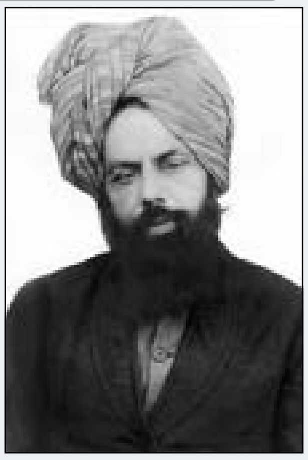

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہوسکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت و تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرشِ زمین پسند نہ کروں۔ اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اس کے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اس کے لئے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں۔ اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں۔ بلکہ مجھے چاہئے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بہ جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں۔ کوئی سچا مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو۔ جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دُور نہ ہوجائیں۔ خَادِمُ الْقَوْمِ ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جُھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے، اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصے کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجے کی جوانمردی ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں۔‘‘

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395-396)

فرمان خلیفہ وقت

جلسے کا ماحول اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا ماحول ہوتا ہے کہ ہر سعید فطرت پر یہ نیک اثر ڈالتا ہے۔ بعض غیر از جماعت اور غیر مسلم لوگ صرف اس لئے جلسے میں شامل ہوتے ہیں کہ دیکھیں ان سے تعلق رکھنے والے احمدی ان غیر از جماعت دوستوں کو جلسے کی برکات کے بارے میں جو بتاتے ہیں وہ کس حد تک صحیح ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے۔ اور جب یہ غیر دوست یہاں آ کر جلسے میں شامل ہوتے ہیں تو پھر اکثر یہی کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں جلسے کے بارے میں بتایا گیا اس سے بہت زیادہ ہم نے مشاہدہ کیا۔ اور بعض پر اس کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ بیعت کر لیتے ہیں۔ اس دفعہ بھی دو مہمانوں نے جو رشیا سے تھے جلسے کا ماحول دیکھ کر بیعت کی۔ اسی طرح گوئٹے مالا اور چلّی اور کوسٹاریکا کے امریکن ممالک کے بعض لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے جلسے پر عالمی بیعت کے دوران تو بیعت نہیں کی لیکن انتہائی متأثر تھے۔ تمام جلسہ سنا پھر مجھ سے ملاقات کی اور کہنے لگے ہمیں افسوس ہے کہ ہم بیعت نہیں کر سکے۔ ہمارے دل بالکل اس طرف مائل ہیں۔ ہم نے حقیقت کو، سچائی کو پہچان لیا ہے، سمجھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھا ہے کہ کس طرح جماعت پر نازل ہوتے ہیں اور ہم بھی اب بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری بیعت لے لیں۔ چنانچہ کل ایسے چھ افراد، چار مرد اور دو خواتین نے ظہر کی نماز کے بعد بیعت کی۔

۔۔۔۔۔۔ جنہوں نے وہاں بیعت نہیں کی تھی لیکن کل کی۔ ان میں سے ایک دوست سمیع قادر صاحب ہیں جو گوئٹے مالا میں رہتے ہیں۔ اردن سے ان کا تعلق ہے۔ کاروبار کے سلسلے میں وہاں ہیں۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے اس جلسے میں باہمی اخوت و محبت کی وہ عملی صورت دیکھی جو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہم

بقیہ صفحہ 5 پر

اس شمارہ میں

- جلسے کی برکتیں (منظوم)
- قرآن کریم نصائح سے لبریز ہے
- سورۃ الکہف اور مریم کا تعارف
- دار المسیح قادیان کی زیارت

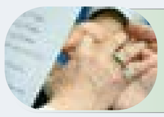

دربارِ خلافت

مخالف علماء کی حقیقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت میاں عبداللہ خان صاحبؓ جنہوں نے بیعت تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کر لی تھی لیکن آپ کو دیکھا نہیں تھا، وہ بیان کرتے ہیں کہ جس سال تحصیل ظفروال طاعون پڑی ہے، اُس سال میں پلیگ کلرک مقرر ہو کر سیالکوٹ سے ظفروال گیا۔ صبح کے وقت چوہدری محمد حسین صاحب ساکن تلونڈی عنایت خان نے مجھے کہا کہ کیا تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ مانتے ہو۔ میں نے سائنس کے لحاظ سے کہا کہ نہیں۔ میرے دل میں کوئی تعصب کسی قسم کا نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ مسیح آنے والا مَیں ہوں اور مسیح بنی اسرائیل فوت ہو گیا ہے۔ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں حضور کو نبی تسلیم کر کے بیعت کا خط اُسی وقت لکھ دیا۔ پھر مَیں ملازمت کے سلسلے میں کراچی اور پھر افریقہ چلا گیا۔ میرے والد غیر احمدی تھے۔ وہ بیعت کے وقت بالکل مخالف نہیں تھے لیکن علاقے کے وہابیوں میں سرکردہ آدمی تھے۔ لوگوں نے اُنہیں اکسایا کہ آپ کا لڑکا مرزائی ہو گیا ہے۔ 1911ء میں آپ نے مجھے افریقہ میں خط لکھ دیا کہ حضرت صاحب کو میرے الفاظ میں کہو (یعنی جو کچھ انہوں نے لکھوایا تھا) اگر نہیں کہو گے تو میں تم کو اپنی جائیداد سے عاق کر دوں گا۔ کہتے ہیں اُس وقت مَیں کینیا میں سلطان حمود سٹیشن پر سٹیشن ماسٹر تھا۔ مَیں نے آٹھ دس دن خط اپنے پاس رکھا۔ ایک رات کو اپنی بیوی سے عشاء کی نماز کے وقت اس کا ذکر کیا۔ بیوی بالکل اَن پڑھ تھی۔ اُس نے کہا کہ جب یہ لوگ حضرت صاحب کو مہدی ماننے کے لئے تیار نہیں تو ہم کو برا کہنے کے لئے کیوں کہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہمارا انتظام پہلے ہی کر دیا ہے (یعنی روزی کا بندوبست کر دیا ہے) اس لحاظ سے بھی ہمیں کوئی فکر نہیں۔ آپ لکھ دیں کہ ہم ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں۔ آپ بیشک ہمیں جائیداد سے عاق کر دیں۔ کہتے ہیں مَیں نے ایسا ہی لکھ دیا۔ میرے والد صاحب نے جواب دیا کہ تم میرے اکلوتے بیٹے ہو۔ تم ہی میرے وارث ہو۔ میں نے لوگوں کے اکسانے سے ایسا لکھ دیا تھا۔ میں نے دوبارہ بھی لکھا مگر اُن کا یہی جواب آیا۔ میں جب رخصت پر آیا تو کوئی نو بجے کا وقت تھا۔ میں اور بھائی محمد حسین صاحب اور بھائی محمد عالم صاحب مرحوم والد صاحب کے ساتھ تبادلہ خیالات کر رہے تھے اور بحث گرما گرم تھی۔ میرے والد صاحب نے کہا کہ میں مرزا صاحب کو اُس وقت سے جانتا ہوں جب آپ سیالکوٹ میں ملازم تھے۔ میں آپ کو ملا کرتا تھا۔ آپ بہت نیک آدمی تھے۔ مجھے یاد ہے کہ میرے روبرو ایک مسلمان زمیندار سیالکوٹ کے مشرق کی طرف سے کسی گاؤں کا رہنے والا آپ کے پاس آیا اور مرزا صاحب کو کہنے لگا۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہ مرزا جی! میں خیال کرتا ہوں کہ آپ وہ مہدی معلوم ہوتے ہیں جو آنے والا ہے۔ اُس وقت مرزا صاحب کی عمر بیس بائیس سال کی تھی اور میری عمر بھی قریباً اتنی ہی تھی۔ کہتے ہیں جب میرے والد صاحب کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تو میں نے اپنے والد صاحب سے عرض کیا کہ آپ کے روبرو اس زمیندار کی زبان سے حضرت صاحب کی نسبت ایسے الفاظ نکلنے، یہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے حجت قائم کی ہے۔ مگر والد صاحب فرمانے لگے کہ خواہ مرزا صاحب سچے ہوں۔ میں نہیں مانوں گا۔ اس پر ہم لوگوں نے استغفار پڑھا اور اُٹھ کر چلے گئے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ۔ غیر مطبوعہ جلد 9 صفحہ 65-66)

پھر ایک روایت ہے حضرت شیخ عبدالرشید صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ مولوی محمد علی بوپڑی بٹالہ آیا ہوا تھا اور ہمارے مکان میں ہی اُس کی رہائش تھی اور میرے والدین نے مجھے گھر سے نکالا ہوا تھا۔ ایک دن مہر رلدو جو میرے والد کا دوست تھا، مجھے ملا اور کہا کہ میرے ساتھ چلو۔ مولوی محمد علی سے بات کرتے ہیں تا کہ ہمیں بھی سمجھ آجائے کہ آپ کیا کہتے ہیں اور وہ کیا کہتے ہیں؟۔ (یعنی مولوی محمد علی جو غیر احمدی تھا اُس کا اور ان کا مقابلہ کرانے لگا۔) چنانچہ ان دنوں میں مجھے بہت جوش تھا۔ میں فوراً اُس کے ساتھ مولوی محمد علی کے پاس چلا گیا اور جب اُن کے سامنے ہوا تو مولوی صاحب کہنے لگے۔ مہر رلدو! اس کافر کو میرے سامنے کیوں لائے ہو؟ مہر رلدو کو یہ بات ناگوار گزری اور مجھے بھی مگر میں چاہتا تھا کہ اس پر اتمامِ حجت کر دوں اور مہر رلدو نے بھی میری بات کی تائید کی کہ مولوی صاحب اس بچے کو نہیں سمجھا سکتے تو کسی اور مرزائی کو کیا سمجھائیں گے۔ (اگر یہ بچہ ہی نہیں آپ سے سمجھ سکتا تو اور کون سمجھے گا۔) چنانچہ اس بات کے کہنے سے اُس نے کَیْف

بقیہ صفحہ 12 پر

جلسے کی برکتیں

دل میں خوشی کے پھول مہکتے رہیں یوں ہی
یہ دن سرور وکیف میں کٹتے رہیں یوں ہی

ہوتی رہیں فلک سے یہ رحمت کی بارشیں
سب زندگی کے راستے سجتے رہیں یوں ہی

قلب و نظر کو ملتی رہیں یوں ہی وسعتیں
ہم اپنے جذب وعشق میں بڑھتے رہیں یوں ہی

ہوتے رہیں سدا یوں ہی ساماں بہار کے
غنچے دلوں میں پیار کے کھلتے رہیں یوں ہی

پروانہ وار ہم بھی ہوں اس نور پر فدا
پل پل وفا کی آن پہ مرتے رہیں یوں ہی

اک شان سے کٹیں سبھی جیون کے مرحلے
اس راہ افتخار پہ چلتے رہیں یوں ہی

پہنچیں ہر اک دوار پہ جلسے کی برکتیں
یہ سلسلے قرار کے ملتے رہیں یوں ہی

پروفیسر عبدالصمد قریشی

اداریہ

قرآن کریم نصائح سے لبریز ہے

اس کے چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالنا نہیں چاہئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’جب ایک حیات بخش چشمہ (دعا اور قبولیت دُعا۔ ناقل) موجود ہے اور ہر وقت اس میں سے پانی پی سکتا ہے۔ پھر اگر کوئی اس سے سیراب نہیں ہوتا ہے تو خود طالب موت اور تشنہ ہلاکت ہے۔ اس صورت میں تو چاہیے کہ اس پر منہ رکھ دے اور خوب سیراب ہو کر پانی پی لیوے۔ **یہ میری نصیحت ہے جس کو میں ساری نصائح قرآنی کا مغز سمجھتا ہوں۔ قرآن شریف کے 30سپارے ہیں اور وہ سب کے سب نصائح سے لبریز ہیں۔** لیکن ہر شخص نہیں جانتا کہ ان میں سے وہ نصیحت کون سی ہے جس پر اگر مضبوط ہو جاویں اور اس پر پُورا عملدر آمد کریں تو قرآن کریم کے سارے احکام پر چلنے اور ساری منہیات سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ مگر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ کلید اور قوت دُعا ہے۔ دُعا کو مضبوطی سے پکڑ لو۔‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ193 ایڈیشن 1984ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس بابرکت ارشاد میں تمام نصائح قرآنی کا مغز اور کلید دُعا کو قرار دیا ہے۔ اس پُرمعارف اور خوبصورت موضوع پر جتنے بھی آرٹیکلز اور اداریے لکھے جائیں کم ہیں۔ خاکسار نے بھی اس اہم موضوع پر کئی بار قلم اٹھایا ہے اور مندرجہ بالا ارشاد کی روشنی میں آئندہ بھی اس پر لکھنے کی اللہ تعالیٰ سے توفیق پانے کا طلبگار ہے۔ لیکن آج اس ارشاد میں بیان الفاظ **’’قرآن شریف کے 30سپارے ہیں وہ سب کے سب نصائح سے لبریز ہیں‘‘** پر کچھ گزارشات محترم قارئین سے کرنی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں قرآن کے 700 سے زائد احکام کا ذکر فرمایا ہے اور بعض جگہوں پر 1200احکام لکھے ہیں۔ اور کشتی نوح میں فرمایا ہے کہ ’’جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے۔ وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔‘‘

(کشتی نوح)

ہمارے پیارے آقا سید نا امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک جگہ فرماتے ہیں:

’’قرآن کریم کے تمام حکموں پر عمل کرنا حبل اللہ کو پکڑنا ہے۔‘‘

نیز حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

’’انسان کو ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ میرا مقصد اور میرا کام صرف یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اُس کے احکامات پر عمل کرنا ہے اور اس کے بے شمار احکامات ہیں۔ ایک درجے کا آپ کو کس طرح پتہ چل سکتا ہے؟ پہلے قرآن کریم سے تلاش کریں۔ قرآن کریم کے 700 حکم ہیں یا بعض جگہ پر 1200 بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ تو کیا ان 700 یا 1200 حکموں پر عمل کرلیا ہے؟ کیا ان کی تلاش کرلی ہے؟ جب ان حکموں کی تلاش کرلی ہے اور ان پر عمل کرلیا ہے تو پھر اگلی بات آپ کریں کہ کیا اب میں کوئی اور درجہ دیکھوں گا تو پھر خدا تعالیٰ خود وہ درجہ عطا فرماتا ہے۔ انسان کی کوششوں سے عطا نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے ایک مومن کا کام یہ ہے کہ۔۔۔۔۔ اس کے حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔‘‘

یہ سات سو احکام قرآنی دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والی نصائح ہی ہیں۔ جن سے قرآن لبریز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و شمائل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا:

کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰن

یعنی آپ ﷺ کے اخلاق و شمائل قرآن کے عین مطابق ہیں۔

ذرا دربار نبوی ﷺ کے ماحول کو ذہن میں اُجاگر کریں۔ ہمارے آقا اپنے جانثاروں میں رونق افروز ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے احکام کے بارے میں فرماتے اور صحابہؓ بھی اسی تگ و دو میں رہتے تھے کہ انہیں کسی حکم کی اطلاع ہو تو وہ اس پر عمل کریں۔ بعض صحابہؓ نے تو ایسے احکام قرآنی کی فہرستیں بنا رکھی تھیں، یعنی ایک فہرست ایسی جن پر عمل کر چکے اور دوسری جن پر عمل کرنا ابھی باقی تھا۔

ایک مہاجر صحابیؓ نے قرآنی احکام کی فہرست تیار کر رکھی تھی اور اُن کی کوشش رہتی تھی کہ کوئی ایسا حکم قرآن کا نہ رہ جائے جس پر وہ عمل پیرا نہ ہوں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ قرآنی حکم ’’اگر تمہیں کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آیا کرو‘‘ پر تعمیل کی غرض سے، میں ساری عمر کوشاں رہا۔ مدینہ کے ہر گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا کہ کوئی مجھے کہہ دے کہ میں اس وقت ملاقات نہیں کرنا چاہتا، تم واپس لوٹ جاؤ تو میں واپس لوٹ آؤں۔ مگر مجھے ایسی آواز سنائی نہ دی اور یہ حکم بغیر عمل کے رہ گیا۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن از ابو جعفر محمد بن جریر الطبری جلد 18 زیر آیت سورۃ النور:28)

اس واقعہ میں صحابہؓ کی شخصیت کے دو کردار بیان ہوئے ہیں۔

1۔صحابہؓ کا احکام پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ۔

2۔صحابہؓ کا بااخلاق ہونا کہ اپنے گھر آنے والے کسی مہمان کو ملنے سے انکار نہ فرماتے تھے۔

(700 احکام خداوندی، از حنیف محمود صفحہ 37)

یہی کیفیت آج کے دور اُخروی میں جماعت احمدیہ کے مخلصین کی ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ احادیث کے مطابق مسیح و مہدیؑ کے ماننے والے ہر قرآنی حکم و اسلامی تعلیم پر اُسی طرح عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش کرتے ہیں، جس طرح صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

صحابہؓ مسیح موعود علیہ السلام اور بزرگان و مخلصین جماعت نے بھی اپنے اپنے قرآن کریم کے نسخوں پر احکام الٰہی کے نشان لگا رکھے تھے۔ جن پر وہ عمل بھی کرتے تھے۔ ان میں حضرت حکیم مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاولؓ ایک تھے۔ احباب جماعت کی آسانی اور سہولت کے لئے بعض مصنفین نے احکام قرآن کو اکٹھا بھی کیا تا آسانی سے تعمیل ہو سکے۔ ان میں سے ایک نے 700احکام خداوندی کے نام سے 614 صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب میں تمام احکام کو جمع کیا ہے جو جماعت کی مرکزی ویب سائٹ www.alislam.org پر دیکھی اور پڑھی جا سکتی ہے۔

اس تحقیق اور علمی کتاب کے تعارف میں مصنف بیان کرتے ہیں:

’’قرآن کریم تو ایک سمندر ہے جس کی تہہ میں بڑے بڑے نایاب اور بے بہا گوہر پوشیدہ ہیں، جن کے حصول کے لئے غوطہ لگانے کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر کوئی اپنے ظرف کے مطابق حصہ پاتا ہے‘‘

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم میں سے ہر احمدی کو ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ’’قرآن شریف کے 30 سپارے ہیں اور وہ سب کے سب نصائح سے لبریز ہیں‘‘ کے مطابق احکام الٰہی پر نگاہ رکھنی چاہئے۔ صحابہؓ کی طرح ہر حکم پر تعمیل کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’انسان کو چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی زندگی کا ہر روز مطالعہ کرتا رہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 8 صفحہ185 ایڈیشن 1984ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو قرآن کریم سے بہت پیار تھا، محبت تھی اور عشق تھا۔ آپؐ خود بھی بیٹھے لحن میں تلاوت فرماتے اور دوسروں سے خوش الحانی سے قرآن کریم سنا کرتے تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول خداؐ نے مجھے فرمایا کہ مجھے قرآن کریم سناؤ۔ میں نے عرض کی کہ حضورؐ! آپ پر قرآن نازل ہوا اور میں آپؐ کو قرآن سناؤں۔ آپؐ نے فرمایا۔ دوسرے سے قرآن سننا مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔

(صحیح بخاری، باب حسن الصوت بالقراءۃ)

پھر ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا:

جس نے خوش الحانی سے اور سنوار کر قرآن نہ پڑھا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ)

پھر فرمایا:

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ

(صحیح بخاری، کتاب الفضائل)

کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا بھی ہے اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو احسن رنگ میں یوں بیان فرمایا:

’’احکام الٰہی کا بجالانا تو ایک بیج کی طرح ہوتا ہے جس کا اثر رُوح اور وجود دونوں پر پڑتا ہے۔ ایک شخص جو کھیت کی آبپاشی کرتا اور بڑی محنت سے اس میں بیج بوتا ہے اگر ایک دو ماہ تک اس میں انگوری نہ نکلے تو ماننا پڑتا ہے کہ بیج خراب ہے۔ یہی حال عبادات کا ہے۔ اگر ایک شخص خدا کو وحدہٗ لاشریک سمجھتا ہے، نمازیں پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے اور بظاہر نظر احکام الٰہی کو حتی الوسع بجالاتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص مدد اس کے شامل حال نہیں ہوتی تو ماننا پڑتا ہے کہ جو بیج وہ بو رہا ہے وہی خراب ہے۔ یہی نمازیں تھیں جن کو پڑھنے سے بہت سے لوگ قطب اور ابدال بن گئے۔‘‘

(ملفوظات جلد دہم صفحہ 43 ایڈیشن 1984ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی معنوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی زندگیوں کے مطابق قرآن کریم سے پیار کرنے والا بنائے اور اس کے احکام و نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(ابو سعید)

عائشہ چوہدری۔ جرمنی

سورۃ الکہف اور مریم کا تعارف

از حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ

سورۃ الکہف

یہ مکی سورت ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی ایک سو گیارہ آیات ہیں۔ اس کا زمانہ نزول نبوت کا چوتھا یا پانچواں سال ہے۔

سورۃ الکہف کا آغاز سورۃ بنی اسرائیل کے اسی مضمون سے ہوا ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بندہ ہونے کو بڑی صراحت اور جلال سے پیش فرمایا گیا ہے اور بہت ہی سادہ الفاظ میں یہ اعلان فرما دیا گیا کہ انہیں علم ہی کوئی نہیں کہ حضرت عیسیٰ کیسے پیدا ہوئے اور نہ یہ علم ہے کہ اللہ تعالیٰ تولید کے نظام سے کلیۃً پاک ہے۔ وہ اللہ پر بہت ہی بڑا جھوٹ بولتے ہیں۔ ان کے دعویٰ کی کوئی بھی حیثیت نہیں۔

اس کے بعد ابتدائی عیسائیوں کا ذکر فرمایا گیا کہ کس طرح وہ توحید کی حفاظت کی خاطر سطح زمین کو چھوڑ کر غاروں میں چلے گئے۔ اصحاب کہف کے ذکر سے پہلے ان ابتدائی آیات میں یہ فرمایا گیا تھا کہ دنیا کی جو ظاہری نعمتیں بنی نوع انسان کو عطا کی گئی ہیں وہ ان کی آزمائش کی خاطر ہیں لیکن ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ یہ نعمتیں ان سے چھین لی جائیں گی اور اُن لوگوں کو عطا کر دی جائیں گی جنہوں نے اللہ کی خاطر سطح زمین کی زینت کی بجائے غاروں میں زندگی بسر کرنے کو ترجیح دی۔

اس کے بعد دو ایسی جنتوں یعنی باغوں کی مثال دی گئی ہے جن کی وجہ سے ایک شخص دوسرے پر فخر کرتا ہے کہ مجھے تو یہ سب کچھ عطا ہوا ہے اور میرے مقابل پر تم تہی دست ہو۔ لیکن ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرما دی گئی کہ جب اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے بگولے تمہاری نعمتوں پر اتریں گے تو تمہیں خاکستر کر دیں گے۔ وہی صَعِیۡدًا جُرُزًا والا مضمون دوسرے لفظوں میں دہرایا گیا ہے۔

اسی سورت میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس سفر کا ذکر ملتا ہے جس میں انہیں اپنی امت کی آخری حد بھی دکھا دی گئیں اور اُس مقام کی نشان دہی فرما دی گئی جہاں روحانی غذا کی مچھلی واپس سمندر میں چلی گئی اور یہ عیسائیت کے ظہورِ اسلام سے پہلے کے اُس دور کی طرف اشارہ ہے جب وہ روحانیت کھو چکی تھی۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تمثیل میں اُس بزرگ کی صورت میں دکھایا گیا ہے جسے عوام الناس حضرت خضر کہتے ہیں اور بتایا گیا کہ وہ حکمتیں اس کو عطا کی جائیں گی وہ موسیٰ علیہ السلام کی پہنچ سے بالا ہیں اور ان کی کُنہ تک پہنچنے کے لئے جس صبر کی ضرورت ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کو عطا نہیں ہوا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰؑ پر یہ فضیلت عطا ہوئی کہ آپ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے ہمراز بنائے گئے۔

اس کے بعد ذوالقرنین کا ذکر آتا ہے جو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ آپؐ کو دو زمانوں کی بادشاہی دی جائے گی۔ ایک آوَّلِیۡن کی اور ایک آخَرِیۡن کی۔ اس میں جو ذوالقرنین کے سفر کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں وہ اپنے اندر بہت سے اشارے رکھتی ہیں جن کی تفصیل یہاں بیان نہیں کی جا سکتی مگر ایک بات بہرحال جچتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا پھیلاؤ مغرب تک بھی ہو گا جہاں اہل مغرب کے باطل خیالات کے گدلے پانی میں سورج غروب ہوتا دکھائی دیتا ہے اور مشرق میں سفر اس سرزمین تک ہو گا جس سے پرے سورج اور زمین کے درمیان کوئی اوٹ نہیں۔

اس سورت کے آخر پر قطعیت سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اس میں عیسائیت کے عروج و زوال کا قصہ بیان فرمایا گیا ہے۔ عروج ابتدائی مؤحدین کی وجہ سے ہوا تھا اور زوال اس وقت ہوا جب کہ ایک اللہ کا عقیدہ بگڑتے بگڑتے سینکڑوں بلکہ ہزاروں اولیاء کو خدا ماننے پر منتج ہوا۔ چنانچہ عملاً آج فرضی Saints کو جو الوہیت کا رتبہ دیا جا رہا ہے اس کا اس سورت کے آخر پر یوں ذکر ہے کہ اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا عِبَادِیۡ مِنۡ دُوۡنِیۡۤ اَوۡلِیَآءَ۔ کہ وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر رہے ہیں کیا وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے بندوں کو اس کے سوا اولیاء بنا لیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا واضح عرفان عطا کیا گیا تھا کہ اس سورت کا تعلق دجّال سے ہے۔ چنانچہ آپؐ نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص اس سورت کی پہلی دس آیات اور آخری دس آیات کی تلاوت کیا کرے گا وہ دجّال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ اور باوجود اس کے کہ آپؐ بھی ایک بشر ہی تھے آپؐ کی زبان سے یہ اعلان کروایا گیا کہ میں بشر تو ہوں مگر ہر قسم کے شرک سے پاک۔ پس اگر تم بھی چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی لقاء تمہیں بھی نصیب ہو تو اپنے آپ کو ہر قسم کے شرک سے پاک کر لو۔ یہاں وحی الٰہی کے جاری رہنے کی پیشگوئی بھی فرمائی گئی ہے۔ اللہ کے پاک بندے جو اپنے آپ کو شرک سے پاک رکھیں گے، اللہ تعالیٰ اُن سے بھی ہمکلام ہو گا۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، صفحہ 483-484)

سورۃ مریم

یہ مکی سورت ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی ننانوے آیات ہیں۔

اس کا زمانہ نزول ہجرت حبشہ سے قبل نبوت کا چوتھا یا پانچواں سال ہے۔

اس سورت میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے باپ کی پیدائش کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ پیدائش ایک ایسے معجزے کے طور پر تھی جس کو دنیا اُس وقت نہیں سمجھ سکتی تھی۔ ضمناً یہ ذکر ضروری ہے کہ آج کل خود عیسائی محققین نے یہ بات قطعیت سے ثابت کر دی ہے کہ مرد سے تعلق قائم کئے بغیر بھی ایک کنواری کے بطن سے بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ پہلے خیال تھا کہ صرف لڑکی پیدا ہو سکتی ہے لیکن آخری تحقیق سے ثابت ہے کہ لڑکا بھی پیدا ہو سکتا ہے۔

جہاں تک اعجازی پیدائش کا تعلق ہے وہ بعض دفعہ اس رنگ میں ہوتی ہے کہ باپ اور ماں کے ملنے سے ہی بچہ پیدا ہوتا ہے مگر اس عمر میں کہ بظاہر اولاد ہونا ناممکن ہو۔ یہی صورت حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیش آئی۔ آپ کو اولاد کی خواہش تھی مگر خود اتنے بوڑھے ہو چکے تھے کہ سفیدی سے گویا سر بھڑک اٹھا تھا اور بیوی نہ صرف بوڑھی بلکہ بانجھ تھی پس اعجازی پیدائش کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آپ کو ان دونوں باتوں کے باوجود حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا فرمائے گئے۔ اور بیٹے کی خواہش ان کو حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کے حالات پر غور کرنے سے پیدا ہوئی تھی جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بن باپ کی پیدائش کا معجزہ دکھانا تھا۔

اس کے بعد ان تفاصیل کا ذکر ہے جن میں حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام فلسطین کو چھوڑ کر اس کے مشرق میں کسی طرف چلی گئیں تھیں اور وہاں دن رات ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتی تھیں اور وہیں آپ کو پہلی بار ایک فرشتے کے ذریعہ جو انسان کے روپ میں متمثل ہوا تھا ایک بیٹے کی خوشخبری دی گئی۔

پیدائش کے بعد جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام ساتھ لے کر فلسطین پہنچیں تو یہود نے بہت شور مچایا کہ، نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ، یہ ناجائز اولاد ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کو یہ ارشاد فرمایا کہ تم اللہ کی خاطر چُپ کا روزہ رکھو اور یہ بیٹا (جو اُس وقت ابھی پنگھوڑے میں تھا یعنی دو تین سال کی عمر کا تھا) خود جواب دے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہودی علماء کے سامنے معرفت کی وہ باتیں کیں جو ایک ناپاک بچہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور ان باتوں میں اپنے آئندہ نبی بننے کی پیشگوئی بھی شامل تھی۔ اور آپؑ نے یہ بھی پیشگوئی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مجھے تمہاری قتل کی سازشوں سے نجات بخشے گا۔ چنانچہ فرمایا: ’’وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَیَوۡمَ اَمُوۡتُ وَیَوۡمَ اُبۡعَثُ حَیًّا‘‘ جب میں پیدا کیا گیا اس وقت بھی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی نصیب تھی اور جب میں وفات پاؤں گا تو طبعی موت سے وفات پاؤں گا اور پھر جب میرا احیائے نَو ہو گا اس وقت بھی مجھ پر اللہ کی سلامتی ہو گی۔

اس سے بہت ملتی جلتی آیت حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی آتی ہے جس میں فرمایا: ’’سَلٰمٌ عَلَیۡہِ یَوۡمَ وُلِدَ وَیَوۡمَ یَمُوۡتُ وَیَوۡمَ یُبۡعَثُ حَیًّا‘‘ کہ اس پر سلامتی تھی جب اس کی ولادت ہوئی اور اس پر سلامتی ہو گی جب وہ وفات پائے گا اور سلامتی ہو گی جب اس کا احیائے نَو ہو گا۔ اس آیت سے میں استنباط کرتا ہوں کہ حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی قتل نہیں کئے گئے تھے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرماتے ہوئے آپ کی اعجازی اولاد کا ذکر فرما دیا گیا جب کہ بڑھاپے میں آپ کو حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی عطا ہوئے اور حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اور آپ کے بعد آپؑ کی نسل سے حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اس کے بعد دیگر انبیاء کا ذکر ملتا ہے جس میں روحانی ولادت کی مختلف صورتیں بیان فرمائی گئی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رَفع کی مثال بھی حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رَفع کی صورت میں پیش فرمائی گئی ہے۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے تھے جن کی بعد کی نسلیں پاکباز نہ رہ سکیں اور اپنی نمازیں ضائع کر دیں اور نفسانی خواہشات کی پیروی کی۔ پس ان کے لئے وعید ہے کہ وہ ضرور اپنی کجی کا بدلہ پائیں گے۔

اس سورت میں صفتِ رحمانیت کا بکثرت بیان ہے۔ رَحۡمٰن کے معنے ہیں:

بے انتہا رحم کرنے والا اور بن مانگے عطا کرنے والا۔

اور اس سورت کا مضمون بعینہٖ اس صفت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔

اس کے آخر پر رَحۡمٰن خدا کی طرف بیٹا منسوب کرنے کو ایک بہت ہی بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں قریب ہے کہ زمین و آسمان پھٹ جائیں۔ مراد یہ ہے کہ یہی لوگ انتہائی خوفناک جنگوں میں مبتلاء کئے جائیں گے جو ایسی ہولناک ہوں گی کہ گویا آسمان اُن پر پھٹ پڑا ہے۔

اس کے برعکس اس کی آخری آیات میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو متقی ہیں اور نیک اعمال بجا لاتے ہیں۔ ان کے دلوں میں رَحۡمٰن خدا باہمی محبت پیدا کر دے گا، نہ کہ آپس کا وہ بغض و عناد جس کا پہلے ذکر گزر چکا ہے۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، صفحہ 505-506)

راجہ اطہر قدوس۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن، نائیجیریا

جلسہ سالانہ نائیجیریا کی مختصر تاریخ

یہ خدا تعالیٰ کا مسیح محمدی سے وعدہ تھا کہ ’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔‘‘

خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ نظارہ ہم روز دیکھتے ہیں۔ خدا کے اس فضل کا ایک مصداق نائیجیریا کا ملک بھی ہے جہاں باقی ممالک کی طرح جلسہ سالانہ منعقد کیا جاتا ہے اور اس میں طول و عرض سے لوگ تشریف لا کر اس الہام کا عملی ثبوت پیش کرتے ہیں۔

پہلا جلسہ سالانہ اپریل 1949ء کو مولانا نسیم سیفی صاحب کی امارت کے تحت منعقد ہوا۔

جلسہ کا مقام لاگوس (lagos) میں احمدیہ مسلم جماعت کی پہلی مرکزی مسجد 21/23 اوجوگیوا اسٹریٹ، (lagos island) تھا۔

شرکاء کی تعداد 75 تھی جن میں سے 50 مرد اور 20 خواتین تھیں۔

2۔مولانا نصیر الدین احمد کی زیر امارت 1967ء میں جلسہ سالانہ کے لیے ایک نیا مقام استعمال کیا گیا۔

یہ مقام سینٹ جارج ہال تھا جو کہ 28 براڈ اسٹریٹ، میتھوڈسٹ بوائز ہائی سکول، لاگوس آئلینڈ کے سامنے تھا۔

3۔مولانا نصیر الدین صاحب کی ہی امارت کے دور میں 1968ء میں جلسہ سالانہ کی میزبانی کے لیے ایک اور نیا مقام استعمال کیا گیا۔

4۔ 1969ء سے 1979ء تک جلسہ سالانہ مولانا فضل الٰہی انوری صاحب کی امارت کے تحت مسلم ٹیچر ٹریننگ سینٹر، رینڈل ایونیو، سرولیرے، لاگوس مین لینڈ میں منعقد ہوا۔

5۔مولانا محمد اجمل شاہد صاحب کی امارت کے تحت، جلسہ سالانہ اوجوکورو، لاگوس میں جماعت کی زمین پر منتقل کیا گیا، جہاں 1981ء (فروری اور دسمبر) میں دو مرتبہ منعقد ہوا کیونکہ 1980ء میں اس کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا۔ جلسہ سالانہ ربوہ، پاکستان میں اسی سال دسمبر میں نائیجیریا کے مندوب نے شرکت کی۔

اس کے بعد 1982ء میں جلسہ سالانہ مولانا محمد منور چوہدری صاحب کی زیر امارت منعقد ہوا۔

اوجوکورو لاگوس میں آخری جلسہ سالانہ 1989ء میں مولانا عبدالرشید احمد اگبولا صاحب کی زیر امارت منعقد ہوا تھا۔

6۔ بعد ازاں جلسہ ہائے سالانہ کا انعقاد الارو، اوگن سٹیٹ کی جماعتی اراضی پر منعقد ہونا شروع ہوگیا تھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ ایک بہت وسیع میدان ہے جہاں پر جامعہ احمدیہ اور مدرسۃ الحفظ کی عمارات بھی موجود ہیں۔ محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس جگہ پر 25 سے 30 ہزار افراد باآسانی جلسہ سن سکتے ہیں۔ خدا کے فضل سے یہ جماعت احمدیہ نائیجیریا کی جلسے کیلئے مستقل سائٹ ہے اور یہاں اس حوالے سے ضروری انفراسٹرکچر بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ مقام احمدیہ مسلم جماعت نائیجیریا کے ہیڈکوارٹر اوجوکورو،

لاگوس سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے۔

خلفائے کرام کا جلسہ سالانہ نائیجیریا میں رونق افروز ہونا

خلفائے کرام نے مندرجہ ذیل برسوں میں نائیجیریا کا دورہ کیا تھا:

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ نے 1970ء اور 1980ء میں دورہ فرمایا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمۃ اللہ نے 1988ء میں نائیجیریا تشریف لائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے 2004ء میں اور 2008ء میں نائیجیریا کا دورہ فرمایا۔

(2008ء اس دورے کے دوران جلسہ سالانہ کا انعقاد بھی کیا گیا تھا)

2008ء کا جلسہ سالانہ نائیجیریا کے دارالحکومت ابوجا میں کیا گیا۔ یہ جلسہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صدارت میں منعقد کیا گیا۔ اس جلسے میں ملک کے طول و عرض سے احمدی اور غیر احمدی احباب نے شرکت کی۔

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ جلسہ سالانہ کے بہترین انتظامات، نظم و ضبط، احباب کا اخلاص و وفا اور باہمی ہمدردی اور اخوت کے جذبے نے بہت متاثر کیا۔ اور اس حدیث مبارکہ کی عملی تصویر دیکھی کہ مومنین کی باہم محبت واخوت کی مثال اس جسم کی طرح ہے کہ جس کے ایک حصے کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم اسے محسوس کرتا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کارکنان جلسہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اسی طرح کوسٹاریکا سے آنے والے وفد میں حیدر سَبِیْلِیَا صاحب شامل تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے جماعت احمدیہ کے اعلیٰ انتظام نے بہت متاثر کیا۔ جماعت احمدیہ کے ہر ممبر کا اپنے ذمہ لگائی گئی ڈیوٹی کو اخلاص کے ساتھ ادا کرنے نے از حد متاثر کیا۔ مَیں دنیا کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے لوگوں سے مل کر، ان سے گفتگو کر کے اور ان کے ساتھ باہمی تبادلہ خیالات کر کے بہت خوش ہوا ہوں۔ جلسے میں شمولیت سے حقیقی اسلام کی طرف میری توجہ مزید بڑھی ہے اور اس حوالے سے اخلاص اور ایمان نے ترقی کی ہے۔ اور خلیفۂ وقت کے خطابات، نصائح اور رہنمائی بغیر شیعہ اور سنّی کی تمیز کے تمام مسلمانوں کے لئے ہیں۔ پھر کوسٹاریکا سے ہی ایک خاتون ڈیانا نعیمہ (Diana Naima) صاحبہ کہتی ہیں۔ جلسے میں شمولیت ایک انوکھا تجربہ تھا۔ دنیا کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے مختلف اقوام و نسل کے لوگوں کے باہمی پیار و محبت نے میرے دل پر گہرا اثر کیا ہے۔ اس فضا نے مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد کروا دیا۔ مجھے یقین ہے کہ جماعت احمدیہ ترقی کرے گی اور اس کے ذریعے اسلام کا محبت بھرا پیغام بھی پھیلتا چلا جائے گا۔ انہوں نے بھی کل بیعت کی ہے۔

اسی طرح کل بیعت کرنے والوں میں گوئٹے مالا، چلّی، کوسٹاریکا سے آنے والے جیسا کہ میں نے کہا چار مرد اور خواتین تھیں۔ ان سب نے (جلسہ کا) سارا نظارہ دیکھ کر، عالمی بیعت کا نظارہ دیکھ کر جب ان کو مکمل شرح صدر ہوا تو پھر انہوں نے بیعت کی۔

پس جماعت احمدیہ جو اسلام کا خوبصورت پیغام دیتی ہے اور بغیر دوسروں پر گند اچھالے، بغیر کسی پر تنقید کئے ایک وحدت پر جمع کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور پھر اس کا پیار اور محبت کا جو نظارہ ہر آنے والے کو نظر آتا ہے۔ آپس میں سلوک کا، دوسروں سے سلوک کا جو نظارہ ہر آنے والا دیکھتا ہے۔ وہ ہر ایک کو مجبور کرتا ہے کہ حقیقی اسلام کے اس نمونے کو دیکھ کر اس کا حصہ بنیں۔ یا کم از کم یہ ضرور ہوتا ہے کہ اسلام پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں ان کا اثر یہاں آ کر ہمیں دیکھنے والوں پر سے زائل ہو جاتا ہے۔ یہ نظارے ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ ہمیں دکھاتا رہا، اب بھی دکھا رہا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ نہ ہی اسلامی تعلیم کبھی پرانی ہوئی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی تائیدات کا ہاتھ کبھی جماعت احمدیہ پر سے اٹھایا ہے۔

ایک دفعہ ایک خاندان نے پاکستان میں مجھے بتایا کہ ان کی ایک بزرگ خاتون تھیں جو جماعت کی مخالف تھیں لیکن خاندانی نظام وہاں کا ایسا ہوتا ہے کہ اکٹھے رہتے تھے۔ کبھی وہ جلسے پر نہیں آیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ مجبوری ہوئی، ان کو ساتھ ربوہ جانا پڑ گیا اور پھر بہانے سے ان کے رشتے دار اُن کو جلسے پر بھی لے گئے۔ سارا نظام بھی دکھایا۔ وہ یہ کہا کرتی تھیں کہ ربوہ والے جادو کر دیتے ہیں اس لئے وہاں نہیں جانا۔ بہرحال جلسے کا ماحول دیکھ کر، تقریریں سن کر، لنگر خانوں کا نظام دیکھ کر انہوں نے بیعت کر لی۔ یہ خلافت ثانیہ کا واقعہ ہے جو ایک خاندان نے مجھے بتایا تھا۔ پھر ہر خلافت کے دَور میں ہم نے یہی کچھ دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب بھی کوئی جلسے پر آیا نیک اثر لے کر گیا یا نیک اثر نے اس کو گھائل کیا اور بیعت کر کے اس سلسلے میں شامل ہو گیا۔ پس یہ نشان ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی صداقت کی یہ دلیل ہے۔ یہ خلافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائیدات کا نشان ہے۔ جو باتیں ہم دیکھتے ہیں یہ انسانی کوششوں سے تو پیدا نہیں ہوسکتیں۔ جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بھی کہا تھا کہ جلسے کا ماحول ایک خاموش تبلیغ کر رہا ہوتا ہے اور اس میں شامل ہونے والا ہر احمدی اور ہر کارکن ایک خاموش مبلغ ہوتا ہے۔ تمام غیر مہمان یہ نظام دیکھ کر کہ خاموشی سے سب کام ایک دھارے میں بہتے چلے جا رہے ہیں۔ کوئی panic نہیں۔ کوئی افراتفری نہیں ہے۔ کہیں کوئی سختی یا سخت کلامی نظر نہیں آتی بلکہ مسکراتے چہرے نظر آتے ہیں۔ چھوٹے بچوں سے لے کر بوڑھے مرد عورتیں خدمت کے جذبات سے سرشار ہوتے ہیں۔ اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ چیزیں دیکھ کر غیروں پر جماعت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ اور جو احمدی پہلی بار جلسے میں شامل ہوئے ہوتے ہیں ان کے ایمان میں بھی یہ ماحول بے انتہا ترقی کا باعث بنتا ہے بلکہ ہمیشہ شامل ہونے والے بھی نئے سرے سے چارج ہوتے ہیں اور اپنے ایمان و ایقان میں ترقی اور اضافہ کر کے یہاں سے جاتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ 5/ ستمبر 2014ء بحوالہ خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 528،531)

مرسلہ : امۃ الباری ناصر۔ امریکہ

اِکرامِ ضیف اور خدمتِ خلق کی تمنا

تحریر مکرم میاں عبدالرحیم دیانت درویش قادیان

(جلسہ سالانہ کی مناسبت سے ایک تحریر)

1937ء کا واقعہ ہے۔ جلسہ سالانہ کی آمد آمد تھی کسیر لاد لاد کر لائی جا رہی تھی گاڑی والوں کو کرایہ وغیرہ تو ملتا ہی تھا لنگر خانہ کھلا ہوتا تو کھانا وغیرہ بھی مل جاتا ایک روز ایسا ہوا کہ ان کو دیر ہوگئی لنگر خانہ بند ہو گیا۔ سارا دن سفر کی صعوبت اور مزدوری کے کام کاج نے اُن میں اتنی سکت نہ چھوڑی تھی کہ خود کہیں سے انتظام کرتے۔ میں بھی جلسہ سالانہ کی تیاری میں دیر تک دکان پر کام کرتا تھا۔ میں نے اُنہیں واپس جاتے ہوئے کھانا نہ ملنے کے متعلق باتیں کرتے سُنا تو ٹھہرالیا۔ اور کہا کہ آپ کے لئے کوئی انتظام کرتا ہوں آدھی رات کے وقت کھانے کا کیا ہوسکتا تھا؟ جلدی سے ایک آدمی کو آٹا لینے بھیجا۔ ایک کڑاہی کو اُلٹا کر کے توا بنا لیا آگ تو جل ہی رہی تھی فٹا فٹ روٹیاں پکتی گئیں گرم گرم روٹیاں تھکے ماندے لوگوں نے کھائیں تو بہت خوش ہوئے مجھے اس کام سے ایسی لذّت حاصل ہوئی کہ لنگر خانے کے منتظم مکرم محمد یٰسین سے کہا کہ اگر کسی آڑے وقت کوئی مہمان آجائیں خواہ کتنے بھی ہوں تو بلا تردد میرے پاس بھیج دیا کریں۔ اسی طرح مکرم محمد الدین اور مکرم چراغ الدین (تنور ہوٹل والے) سے بھی کہہ رکھا تھا کہ اگر کسی وقت بے وقت آنے والے کو کھانا نہ کھلا سکیں تو میرے پاس بھیج دیا کریں۔ میرے ذوقِ ضیافت میں میری اہلیہ برابر کی شریک تھی۔ وہ بھی اس کام میں راحت محسوس کرتی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ شوق دیا تھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے شیدائیوں کی دعوت کر کے خوشی اور سکون محسوس کرتے۔ میں جلسہ سالانہ پر کشمیر اور پونچھ سے آنے والے مہمانوں کو گھر پر مدعو کرتا۔ اسی طرح کبھی حفاظِ قرآن کو بُلا لیتا کبھی کسی طرح سے معذور افراد کی دعوت کر دیتا۔ خاص طور پر نئے احمدی ہونے والے جب قادیان آتے تو کھانے پر بلا کر حالاتِ بیعت سُنتا بیوی بچے بھی اس ضیافت میں ہر طرح حصہ لیتے۔ گھر میں سارا دن تیاری ہوتی برتن دھونا کھانا پکانا صفائی کرنا بہت کام ہوتا۔ دعوت کے بعد میری اہلیہ نے کئی بار کہا کہ لطیف کے ابا! جب دعوت کا کام سر پر ہوتا ہے تو لگتا ہے پہاڑ ہے کام کا جو کرنا ہے مگر کام کے بعد جسم تو تھکن سے چور چور ہوتا ہے مگر دل میں خوشی ہوتی ہے کمر ہلکی ہو جاتی ہے کہ ایک نیک بندۂ خدا کی خدمت کی توفیق ملی۔ میری یہ عادت بھی تھی کہ دس مہمان کہہ کر جاتا اور پندرہ لے کر آجاتا میری اہلیہ محترمہ کو بھی یہ پتہ تھا وہ کُھلا کھانا بناتی۔ اور میرے اس شوق کو مجھ سے دو ہاتھ آگے بڑھ کر پورا کرتی۔ پھر حالات میں بہت کچھ تبدیلیاں آئیں۔ وہ کشائش نہ رہی پھر بھی عادت کہاں بدلتی ہے 1970ء کی بات ہے میں ربوہ میں تھا جلسہ سالانہ کی رات کی شِفٹ میں کئی ملکوں کے گورے کالے فدائینِ احمدیت صداقتِ حضرت مسیح موعود پر تقریریں کر رہے تھے میرے خوشی کے آنسو جاری تھے میں نے اُن کو گھر پر دعوت پر بلا لیا میری بیوی نے بے ساختہ کہا۔ لطیف کے ابا! گردشِ ایام نے آپ کے سارے کس بل نکال دئے مگر دعوتوں کا چسکا نہ گیا۔ جہاں موقع دیکھا چنگاری سلگی۔ خدا کا شکر ہے کہ اب ان کی شریکِ حال میری بہو محمودہ نے اُن کا رنگ اپنے اوپر چڑھا لیا ہے۔

کارِ خیر کا موقع

ایک دفعہ اپنی دکان واقع احمدیہ چوک میں کام ختم کر چکا تھا دس بج گئے تھے۔ دکان بند کر رہا تھا۔ کہ ایک کار آ کر رکی دو آدمی اُترے ڈرائیور کار ہی میں بیٹھا رہا اُنہوں نے سوڈا واٹر پینے کی خواہش ظاہر کی میں نے برف ڈال کر پیش کیا۔ اُن کی باتوں سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ محترم سیّد ولی اللہ شاہ صاحب سے کسی کام کے سلسلے میں ملنے آئے تھے مگر تاخیر ہو جانے کی وجہ سے اُس وقت جا کر ملنا نامناسب خیال کر رہے تھے۔ میں نے سوچا کارِ خیر کا موقع مل سکتا ہے۔ میں نے اندر جا کر اپنی اہلیہ سے پوچھا دو تین مہمان ہیں کچھ کھانے کو مل سکتا ہے بتایا کہ سالن روٹی ہے آپ دو تین منٹ مہمانوں سے باتیں کریں میں سویاں پکا لیتی ہوں آپ ان کو شوق سے دعوت دے دیں۔ اور رات ٹھہرانے کا بھی انتظام کر دیتی ہوں۔ میں نے ان اجنبی مہمانوں کو طعام و قیام کی دعوت دی۔ وہ وجیہہ اور صاحبِ فہم و فراست معلوم ہوتے تھے۔ دعوت قبول کی جتنی دیر کھانا کھانے میں لگی اہلیہ نے صاف ستھرے بستر جائے نماز وغیرہ سب رکھ دیے صبح ناشتہ کرا کے رخصت کیا میں نے پوچھا نہیں کہ کون ہیں۔ محترم شاہ صاحب سے مل کر واپسی پر آئے اپنا ایڈریس دیا اور شناخت کروائی لاہور کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اکرامِ ضیف کا موقع دیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

دارالشیوخ کے بچوں کی پکنک

ایک مرتبہ دل میں یہ خیال آیا کہ سکولوں میں چھٹیوں کے دنوں میں سب بچے خوشی خوشی اپنے والدین کے ساتھ چھٹیاں مناتے ہیں مگر دارالشیوخ (حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ نے مدرسہ احمدیہ کے غریب طلباء اور جماعت کے بے سہارا بوڑھوں کے لئے ایک ادارہ قائم کیا تھا جن کو لنگر خانہ سے کھانا مہیا کیا جاتا تھا۔ اس کو دارالشیوخ کہا جاتا تھا) کے بچے دل مسوس کر رہ جاتے ہوں گے۔ میرا دل درد سے بھر گیا۔ میں نے فطری طور پر ان کا کرب محسوس کیا اور میں نے سوچا ان کی خوشی کا بھی سامان کرنا چاہیے

چنانچہ ان کے نگران حکیم محمد الدین صاحب سے مشورہ کیا اُنہوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور ان بچوں سے باپ کی طرح پیار کرنے والے حضرت میر محمد اسحٰقؓ صاحب کی اجازت سے پروگرام بنایا وہاں تیس پینتیس بچے تھے۔ اُن سے ہی پوچھا کہ کہاں جانا پسند کرو گے جوگندر نگر جہاں سے بجلی پیدا ہوتی ہے یا دریائے بیاس پر۔ فیصلہ یہ ہوا کہ دریائے بیاس کے کنارے پکنک کی جائے۔ جمعہ کی نماز پڑھ کر روانہ ہوئے گھر سے پراٹھے وغیرہ پکوا لئے ہمارے پاس صرف دو سائیکل تھے ان پر کھانا رکھ لیا۔ کوئی بچہ تھک جاتا تو اُسے سائیکل پر بیٹھا لیتے۔ مغرب سے قبل ایک جگہ رُک کر کھانا کھایا پھر عشاء کے بعد ایک مکان میں رک کر پلاؤ پکا کر کھایا۔ ایک بدمزگی ہوئی ایک بچے کو بچھو کاٹ گیا۔ بہر حال باجماعت نماز پڑھی اور بچے آپس میں خوشی خوشی کھیلتے کھیلتے سو گئے۔ صبح ہوئی دریا ایک میل کے فاصلے پر نظر آ رہا تھا تین دن وہاں ہنسی خوشی بچوں کے ساتھ گزارے مل جل کر کھانے پکائے باجماعت نمازیں پڑھیں خیر سے گھر آئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اب جب درویشی میں خود اپنے بچوں سے جُدا ہوں یہ بات یاد کر کے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ ہنستے مسکراتے بچوں کے چہرے آنکھوں کے آگے آجاتے ہیں ایک دفعہ بچوں کو نہر کے کنارے خربوزوں کی دعوت دی۔ اکثر گڑ والے چاولوں کی دیگ پکوا کر دے آتا تھا۔ ایک دفعہ ایک لطیفہ بھی ہوا گھر میں ایک عزیزہ کی شادی پر کھانا پکوایا دعوت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی مدعو تھے۔ کھانا وقت پر نہ پہنچا۔ حضور کو میرے انتظام کے متعلق حُسنِ ظن بھی تھا آپ نے پوچھا عبدالرحیم کہاں ہے میں نے عرض کیا کہ حضور لنگر خانے سے کھانا پکوایا تھا پتہ کرتا ہوں دیر کیوں ہوگئی۔ لنگر خانے گیا تو معلوم ہوا کہ وہ سمجھے تھے کہ حسبِ سابق دارالشیوخ کے لڑکوں کے لئے کھانا پکوایا ہے وہاں بھجوا دیا گیا تھا۔

ارشاد سے پہلے تعمیلِ ارشاد

ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کرام ایک ایک کر کے ہم سے جُدا ہو رہے ہیں کیوں نہ ایسا پروگرام بناؤں کہ ہفتے دس دن بعد کسی ایک رفیق کو گھر پہ دعوت دوں تاکہ بیوی بچے پاکیزہ کلام، سیرت و سوانح، ذکر حبیب سُن کر اپنے ایمان کو تازہ کریں۔ چنانچہ اس پر عمل شروع ہوا گھر کے افراد اُن کے اردگرد بیٹھ جاتے۔ مل کر کھانا کھاتے اور باتیں سن کر لطف اندوز ہوتے۔ ایک دن ہم دونوں میاں بیوی نماز جمعہ کے لئے مسجد میں موجود تھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا اصحاب مسیح دیکھنے کو بھی نہ ملیں گے ایک ایک کر کے جدا ہوتے جا رہے ہیں۔ ان کی صحبت سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ میں نے اس ارشاد سے بہت لطف لیا۔ جمعہ کے بعد میں اور دلنشیں نصیحتیں فرماتے۔ تربیت کے لئے چھوٹی چھوٹی بات کا خیال رکھتے کھانے کو بایاں ہاتھ بالکل نہ لگاتے۔ نماز باجماعت ادا کرتے اور کرواتے میرے بڑے بھائی حضرت مولوی عبدالغفور صاحب بھی ان کے گھر برائے تعلیم رہا کرتے تھے۔ کہانی کہانی میں بات سمجھانے کی ایک مثال دیتا ہوں۔ یہ اُن کی سنائی ہوئی ایک کہانی ہے۔

ایک بادشاہ کی سات لڑکیاں تھیں۔ بادشاہ نے سب لڑکیوں سے پوچھا کہ آپ کی ہر قسم کی پرورش کا کون ذمہ دار ہے؟ چھ لڑکیوں نے کہا آپ ہماری پرورش کے ذمہ دار ہیں مگر ساتویں نے کہا اللہ کارساز ہے۔ بادشاہ ناراض ہوا اور اُسے جنگل بیابان میں پھینکوا دیا اُدھر سے کسی فقیر کا گذر ہوا

تو تنہا بچی کو دیکھ کر اُس کے پاس آیا بچی کی داستان سُن کر اُس کو اپنی بیٹی بنا لیا۔ اب اُسے فکر ہوئی کہ یہاں بچی سوئے گی کہاں؟ یہ تو جنگل ہے ایسا کرتا ہوں کہ ایک تہہ خانہ بناتا ہوں اور اُس میں بچی کا کمرہ بناتا ہوں۔ مگر کُھدائی کا سامان کہاں تھا؟ بچی نے سر پر ہاتھ پھیرا تو بال بال پروئے ہوئے موتیوں میں سے ایک باقی رہ گیا تھا اُس نے وہ موتی فقیر کو دیا کہ بیچ کر کھدائی کا سامان اور کھانے پینے کو کچھ لے آئے۔ فقیر نے زمین کھودنی شروع کی تو اُس میں سے بہت بڑا خزانہ نکلا۔ بادشاہ کی بیٹی نے بہت بڑا منصوبہ بنایا بہت سے مکان بنوائے گویا کہ نیا شہر بنوالیا۔ پھر اس میں اپنے والد، بہنوں، وزیروں اور سب شہزادوں کو دعوت دی۔

ایک ہفتے تک سب کو خوب سونے چاندی کی پلیٹوں میں کھانا کھلایا اور کہا کہ بے شک جاتے ہوئے ساتھ لے جائیں ساتویں دن وہ اپنے اُسی لباس میں بادشاہ کے سامنے آئی جس میں اُسے جنگل میں پھنکوا دیا گیا تھا۔ بادشاہ حیران اور نادم ہوا۔ وہ سمجھا تھا جنگلی درندے کھا گئے ہوں گے۔ مگر بیٹی نے سمجھایا کہ دیکھیں میں نے کہا تھا کہ رب میرا رازق ہے اُس نے مجھے یہ سارا کچھ غیب سے دے دیا۔ اب یہ سلطنت بھی آپ سنبھالیں اور خدا کو اپنا پروردگار مانیں۔

اس کہانی سے یہ سبق دینا مقصود تھا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو ساری دنیا چھوڑ دے مگر جو رب آپ کی پرورش کرتا ہے ساری دنیا کو آپ کے قدموں میں جھکا دے گا اور اپنا قادر ہونا سمجھا دے گا۔

جن کا ذکر کر رہا ہوں یہ وہی محترم رفیق ہیں جنہوں نے محمد حسین بٹالوی صاحب کے نیچے سے چادر کھینچ کر کہا تھا اُٹھ پلید گواہی عیسائی کے حق میں مسلمان کے خلاف دینے آیا ہے میری چادر کو پلید نہ کر۔ ان کی باتیں تو بہت ہیں مگر میں نے بات شروع کی تھی ان کے چھوٹے بھائی کی یعنی ٹھیکیدار اللہ یار صاحب کی۔ وہ ہمارے گھر مدعو تھے اور ہم نے اُن سے کوئی روایت سنانے کی فرمائش کی۔ انہوں نے کہا کھانے پر بیٹھے ہیں کھانے کی ہی بات بتا دیتا ہوں۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے والد محترم جناب مرزا غلام مرتضی صاحب کے قادیان کے مغربی جانب شہر سے لے کر عید گاہ تک جو تقریباً ایک میل کا فاصلہ ہے ڈھاک کے درخت تھے جن کو کاٹنے کا ٹھیکہ میں نے لیا۔ ہم تینوں بھائی اُن دنوں اس کام کو سرانجام دینے کے لئے قادیان میں ہی رہتے تھے۔ ایک دن مرزا صاحب نے اپنے دوست کے طفیل ہماری بھی دعوت کی اور فرمایا رات کا کھانا ہمارے ہاں سے آئے گا۔ اتفاق کی بات یہ کہ جب خادم کھانا لے کر آیا موصوف محمد بخش صاحب جو اچھے جسم اور بہت طاقتور تھے۔ کھانے کو دیکھ کر اپنے انداز میں یوں گویا ہوئے کہ یہ تم تین آدمیوں کا کھانا لائے ہو۔ ایک ٹرے میں کچھ زردہ اور پلاؤ تھا۔ خادم نے کہا میں تو خادم ہوں جو آپ نے دیا میں نے لاکر آپ کو دے دیا۔ محمد بخش صاحب نے کہا اپنے پنجابی انداز میں محاورہ بولا اس کو کون کھائے گا کون ہگن جائے گا۔ (یعنی اس قدر کم ہے کہ کیا حصے میں آئے گا اور کیا حاجت میں نکلے گا)۔

بہرحال تینوں بھائی کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ اور خوب سیر ہو کر کھایا اگرچہ بھائی نے کہہ دیا تھا کہ کم ہے مگر ہم نے خوب پیٹ بھر کے کھایا کچھ زیادہ ہی کھایا مگر سُبۡحَانَ اللّٰہِ کھانے میں ایسی برکت تھی کہ ختم نہ ہوا، آنے والے مسیح موعود کے گھر سے آمدہ کھانا، نہ معلوم تقدیر نے کب سے اس گھر کو برکتوں سے بھرپور کرنا شروع کر رکھا تھا۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ باوجود سارے ہی جتن کیے کھانا بچ رہا۔ اس کی لذّت اللہ تعالیٰ شاہد ہے اب تک محسوس کرتا ہوں۔ اس کی خوشبو سے آج بھی لطف لیتا ہوں۔ پھر صبح ہوئی تو ہم بھائیوں نے سیر ہو کر ناشتہ اسی کھانے سے کیا۔ فَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

آپ ان واقعات کو بیان کرتے وقت ایک خاص قسم کے جذب و شوق سے بھرپور ہوتے کبھی مسحور بُت بنے بیٹھے رہتے ہمارے ان سے ایک طرح گھریلو تعلقات تھے میرے والد صاحب سے بہت تعلق تھا اسی نسبت سے ہم سے بھی محبت تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور مقام خاص عطا فرمائے آمین۔

ان کی اہلیہ محترمہ میری والدہ صاحبہ کی ہم نام تھیں یعنی برکت بی بی نام تھا۔ تعلیم یافتہ تھیں۔ آخری عمر میں میرے ایک بچے کو ان سے قرآن پاک پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ میں جب قادیان سے ربوہ جاتا خاص شوق اور اصرار سے قادیان کا تبرک لیتیں اور شکر گزار ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں غریقِ رحمت فرمائے۔

درخواست پر یہ روایت سنائی۔ ’’میں ابھی بچہ تھا میرے والد صاحب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے گھر اندرونِ خانہ پانی بھرنے پر مقرر تھے۔ ایک روز حضرت اقدسؑ نے فرمایا ’’چلو میرے ساتھ‘‘ ہمیں ساتھ لے کر مہمان خانہ کے راستہ کے سب کوارٹر، مکان، رہائش گاہوں پر پوچھتے گئے کہ کھانا کس کو کھانا ہے؟ غالباً آپ کو کوئی الہام ہوا تھا سب جگہ پوچھ لیا واپس آرہے تھے تو ایک شکستہ مکان سے کراہنے کی آواز آئی۔ (یہ مکان بھائی بشیر محمد صاحب کی دکان والی جگہ پر تھا) آپ نے اُن صاحب کو فرمایا دیکھنا یہاں کون ہے؟ دیکھ کر بتایا کہ ایک بیمار شخص ہے۔ آپ نے فرمایا پوچھ کر آئیں کہ روٹی کھائیں گے والد صاحب نے پوچھا۔ اور آکر بتایا کہ وہ کہتا ہے روٹی نہیں کھاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ پوچھیں پھر کیا کھائے گا؟ اُس نے کہا کہ دودھ بکرم (Rusk) کھانا ہے۔

بدرالدین صاحب کے والد صاحب نے آکر کہا حضور دودھ بکرم کھانے کو کہتا ہے۔ آپ کے ہاتھ پر تولیہ تھا اُسے ہٹایا تو ہاتھ پر ایک چینی کا پیالہ تھا جس میں دودھ اور بکرم پڑے تھے۔ آپ نے فرمایا:
لے جائیں اور اُس کو کھانے کو دیں

بدرالدین صاحب نے فرمایا: کہ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ وہ مائدہ تھا جو خدا نے اُس بیمار حواری کے لئے بھجوایا تھا وہ قادر ہے۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ۔‘‘

محترمہ اہلیہ حضرت بدرالدین صاحب کی روایت

محترمہ اہلیہ بدرالدین صاحب بھی رفیقہ تھیں۔ ہم نے اُنہیں بھی دعوت دی وہ سن رسیدہ تھیں۔ چادر اوڑھتی تھیں۔ اُن کی باتیں بھی بہت دلنشین تھیں فرمایا جب میری شادی ہوئی حضرت اُم ناصر کی گود میں میاں نصیر احمد تھے جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے سب سے پہلے پوتے تھے۔ حضرت اُمِّ ناصر کسی تکلیف کی وجہ سے بچے کو دودھ نہ پلا سکتی تھیں۔ بچے کو دودھ پلانے کے لئے جس بھی خاتون سے کہا گیا بچے نے منہ نہ لگایا۔ میرے خسر مرحوم نے مجھ سے پوچھا کہ تم دودھ پلا سکو گی؟ میری گود میں بچی تھی میں نہا دھو کر بخوشی تیار ہوگئی۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے پوتے کو دودھ پلایا۔ بچے نے پیٹ بھر کے دودھ پیا اور سو گیا۔ بچہ گہری نیند کافی دیر تک سویا رہا تو سب کو فکر ہوا کہ دودھ میں کوئی ناموافق بات نہ ہو ڈاکٹر صاحب کو دکھایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ کوئی فکر کی بات نہیں پیٹ بھرا تو خوب نیند آئی ہے بچہ کچھ دیر کے بعد اُٹھا اور کھیلنے لگا۔

اس ضمن میں حضرت مسیح موعودؑ کی قبولیتِ دعا کا ایک واقعہ بھی لکھ دوں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے حضرت مولوی عبدالکریمؓ سے فرمایا کہ بچہ رات کو روتا ہے میں اس کی تکلیف سے سو نہیں سکتا۔ یہ ذکر شیخ محمد نصیب صاحب نے سُنا تو بیتاب ہو کر حضرت مولوی عبدالکریمؓ سے عرض کی میں چاہتا ہوں میری بیوی بچے کو دودھ پلا دے۔ مولوی صاحب نے فرمایا شیخ صاحب جس نے دودھ پلانا ہے اُس سے پوچھ کر فیصلہ کریں۔ اُسی وقت حضرت حکیم نورالدین (خلیفۃ المسیح الاولؓ) سے بھی ذکر ہوا آپ نے بھی یہی فرمایا کہ جس نے دودھ پلانا ہے اُس سے پوچھ لیں۔ مکرم شیخ صاحب نے اپنی اہلیہ سے پوچھا وہ تیار ہوگئیں۔ حضرت اقدس کی خدمت میں درخواست پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا اُن کو ابھی بلالیں آپ کے آنے تک ایک کمرہ اُن کی رہائش کے لئے تیار کیا گیا۔ اُس کمرے میں کئی برتن دودھ کے رکھے تھے۔ شیخ صاحب نے عرض کیا حضور اس قدر دودھ؟ آپ نے فرمایا جس عورت نے دو بچوں کو دودھ پلانا ہو اگر وہ خود نہ پئے گی تو اُن کو کہاں سے پلائے گی۔ یہ کمرہ بیت کے راستے میں پڑتا ہے۔ ایک دن حضورؑ نے جاتے ہوئے تیس روپے چارپائی پر رکھ دئے۔ شیخ صاحب نے جب تیس روپے دیکھے تو جا کر حضورؑ کی خدمت میں عرض کی کہ تیس روپے کمرے سے ملے ہیں آپ نے فرمایا شیخ صاحب میں نے خود رکھے ہیں اس لئے کہ آپ کی تنخواہ کم ہے اور آج کل خرچ زیادہ ہو رہا ہے۔ شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اس روپے کا زیور بنا لیا تا کہ دیر تک تبرک محفوظ رہے۔

حضرت اُم ناصر زیادہ علیل ہوئیں تو لاہور لے جانے کا فیصلہ ہوا۔ شیخ صاحب اور اُن کی اہلیہ کو بھی ساتھ لاہور لے گئے بعد میں شیخ صاحب تو لاہور سے واپس آگئے مگر اہلیہ ساتھ ہی رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی بچی کو واپس اپنے پاس بلا لیا اہلیہ شیخ صاحب بہت غمزدہ ہوئیں اور روتی تھیں۔ آخر حضرت اقدسؑ سے اجازت مانگی کہ ان کو کچھ عرصہ اپنی والدہ صاحبہ کے پاس بھیج دیا جائے تا کہ کچھ طبیعت بہل جائے آپ نے بہت خوشکن جواب دیا۔

شیخ صاحب! بعض اوقات کسی تکلیف کو زیادہ محسوس کرنے سے آنے والی نعمت خدا روک لیا کرتا ہے میں دعا کروں گا اللہ تعالیٰ آپ کو ایک لڑکی کی بجائے دو لڑکے عطا فرما دے گا۔ یاد رکھیں دنیا میں خاوند سے زیادہ بیوی کا کوئی غم خوار نہیں ہو سکتا ویسے چند دن کے لئے آپ کی بیوی والدہ کے پاس چلی جاویں۔ آپ نے ایک نسخہ بھی عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح کی دعا قبول فرما کر محترم شیخ محمد نصیب صاحب کو دو لڑکے عطا فرمائے۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ

اعزہ و اقرباء کی خدمت

اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے عزیز رشتے داروں کی خدمت کی بھی توفیق عطا فرمائی۔ میری بیوی کے رشتے دار بھی مجھے بہت عزیز تھے قادیان بلانے اور یہاں رہائش اور کاروبار شروع کرنے میں جو ہو سکا خدمت کی۔ میں خود کیا ذکر کروں سب عزیز جانتے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو شاد آباد رکھے۔

صفیہ بشیر سامی۔ لندن

میرا جلسہ سالانہ 2021ء

میری اُمی جان بہت محبت سے لطف لے لے کر ہمیں قادیان کی باتیں بتاتیں۔ پھر سامی صاحب ملے تو انہیں قادیان کا شیدا پایا۔ جب بھی قادیان کا ذکر ہوتا وہ اپنے والدین ’گھر‘ جلسہ سالانہ اور مہمانوں کے قصے سناتے ہمیں یہ کہانیوں کی باتیں لگتیں ہم سب شوق سے سُنتے تھے۔ اب میں خود عمر کے ایسے حصے میں ہوں کہ یادوں کو سینے سے چمٹائے ہوئے زندہ ہوں۔ دل کرتا ہے سارے مناظر جو ربوہ میں دیکھے ہو بہو دوسروں کے دلوں میں اُتار دوں ایک ایک بات تفصیل سے سناؤں۔ کیونکہ میں نے ربوہ کی بستی میں وقت گزارا ہے۔ وہ شب و روز آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وہ جلسے بھی دیکھے جہاں تین تین گھنٹے شدید بارش ہو رہی ہے اور لوگ ہیں کہ آسمانی بارش کے ساتھ برستی آنکھوں سے حضرت مصلح موعودؓ کی تقریر کا مزہ لے رہے ہیں، بچے بوڑھے سب ہی مجال ہے کہ کوئی اُٹھ کر چلا جائے سب سکون سے بیٹھے ہیں۔ ہمارا گھر جامعہ احمدیہ کے سامنے مسجد اقصیٰ کے پاس تھا، ہمارے مہمان لاہور سے میرے تایا جی اپنے بچوں کے ساتھ فیصل آباد کے پاس ایک گاؤں تھا جہاں میرے اباجان کے کزن بھائی رہتے تھے وہ اپنے خاندان اور گاؤں کے دوستوں کے خاندانوں سمیت ہمارے گھر تشریف لے آتے اور صحن میں بہت بڑی مار کی میں سب مرد ہوتے اور عورتیں ہمارے ساتھ کمروں میں ہوتیں۔ ہمیں کچھ علم نہیں ہوتا تھا کہ کون کہاں سویا ہوا ہے سارے گھر پر مہمانوں کا قبضہ ہمیں جہاں کہیں تھوڑی بہت جگہ مل گئی سو جاتے تھے اکثر میری اور میری بہنوں کی جلسہ سالانہ میں ڈیوٹیاں ہوتی تھی گھر آ کر اپنی امی کے ساتھ بھی ہاتھ بٹانا ہوتا تھا۔ کھانا بے شک لنگر سے آتا لیکن میری امی جان تھوڑا بہت گھر میں بھی بناتی تھیں اور ایک دعوت سارے مہمانوں کی ضروری ہوتی تھی۔ ہمارے گھر اسٹور روم میں ایک پڑولی تھی جس میں ایک سال کی گندم اسٹور کر لی جاتی تھی اُس کا چھوٹا سا دروازہ بھی تھا جلسے کے دنوں میں اُس میں مونگ پھلی، چلغوزے، انڈے، ریوڑیاں اور مٹھائی وغیرہ اسٹور کی جاتی۔ کینو مالٹوں کے پورے پورے کریٹ لئے جاتے تھے تا کہ جلسہ کے مہمانوں کی خاطر مدارت کی جاسکے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یہ بہت ہی یادگار دن تھے جن کی یادیں بہت انمول ہیں۔

دُنیا بدل گئی اور ہم بھی بدل گئے کہاں سے کہاں آ گئے، شادیاں ہو گئیں بہنیں اور بھائی سب ربوہ سے دور ہو گئے۔ میں نے ربوہ کے آخری جلسہ میں دو چھوٹے بچوں اور سامی صاحب کے ساتھ لندن سے جا کر شمولیت کی اور یادوں کو تازہ کیا۔

پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہمارے پیارے خلیفۃ المسیح الرابعؒ خود ہی لندن تشریف لے آئے اور لندن میں جلسے شروع ہو گئے۔ خوش قسمت اسلام آباد ٹلفورڈ جگمگا اُٹھا، خیمے لگے زمین پر دریاں بچھیں، بارشیں ہوئیں پیارے حضور خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تقریریں ہوئیں، یہاں بھی وہ نظارے دیکھے کہ شدید بارش میں خیمے لگے ہیں بارش اُن خیموں کا لحاظ کئے بغیر اندر بیٹھنے والوں کو بھگوتی رہتی۔ یہ بھی ہوُا کہ کڑکتی بجلی میں تھوڑی دیر کے لئے ساؤنڈ سسٹم رُکا لیکن فوراً ہی بحال ہو گیا اور تقریر میں وہی جوش اور جذبہ قائم رہا۔ اندر بچھے قالین پانی سے تر نماز پڑھتے ہوئے ماتھے اور گھٹنے مٹی سے بھرپور بارش کا مزا دلا رہے ہوتے۔ کس کس بات کا ذکر کروں میرے اباجان جلسہ سے ایک ماہ پہلے اسٹور کی ڈیوٹی کے لئے چلے جاتے اور دس بارہ دن کے بعد واپس گھر آتے۔ اتنے عرصہ میں میری اُمی جان اباجان کے لئے گھر سے کھانا بنا کر بھجواتیں (اباجان شوگر کے مریض تھے اس لئے وہ اپنے گھر کا کھانا کھاتے) یا اباجان وہاں خود اپنا کھانا بناتے مگر اپنا راشن خود گھر سے لے کر جاتے کہتے لنگر کا کھانا مہمانوں کا حق ہے۔ جلسے کے دنوں میں اباجان کو ایک خیمہ مل جاتا جہاں کچھ دن پہلے میری اُمی جان بھی چلی جاتیں اور ہم سب فیملی والے اُن کے مہمان ہوتے اور دوست احباب ملنے والوں کی میری امی جان خدمت میں مصروف رہتیں وہاں بھی گھر سے تمام ڈرائی فروٹ کھانے پینے کا پورا اسٹور مہمانوں کی خدمت کے لئے ساتھ لے کر آتیں۔ میرے اباجان دوست احباب کو پکڑ پکڑ لاتے اور خدمت کرتے۔ جلسہ کے بعد مہمانوں کو لندن کی سیر کرواتے کوٹ کی دونوں جیبوں میں بادام پستہ وغیرہ ڈال لیتے مہمانوں کی خدمت کرنا ہی اُن کے سکون کا باعث ہوتا اور یہ میرے اباجان کی خوشی کے دن ہوتے ان کے چہرے پر ایک شفیق سی مسکراہٹ رہتی۔ اس کی کیفیت کیسے لکھ سکتی ہوں۔

جلسے کا ذکر ہو اور سامی صاحب یاد نہ آئیں غیر ممکن ہے بہت یادیں ہیں۔ سامی صاحب کی امام مسجد لندن محترم عطاء المجیب راشد صاحب کے ساتھ جلسہ گاہ میں اسٹیج کی ڈیوٹی ہوتی تھی اور سامی صاحب اُن کے معاون تھے۔ اُن کے متعلق زیادہ نہیں لکھوں گی صرف یہ کہہ سکتی ہوں کہ سب سے آخر پر ہم جلسہ گاہ سے نکلتے تھے، اسلام آباد اُن دنوں میں بہت دور لگتا تھا رات کو جب ہم واپس آتے بہت اندھیرا ہوتا سامی صاحب کی سارے دن کی تھکن کے بعد رات کی ڈرائیونگ سے بچوں کے ساتھ بہت ڈر لگتا رہتا تھا (اب تو یہ سب راستے بہت آسان ہو گئے ہیں) اور میں صبح کے لئے جاتے ہوئے اپنی جگہ بنانے کے لئے سب سے آگے اسٹیج کے پاس اپنی چادر بچھا کر نکلتی تھی اور اکثر صبح کو ہم ہی سب سے پہلے ہوتے ہماری چادر ہمارا انتظار کر رہی ہوتی ہم جلسہ شروع ہونے تک اپنی اُمی جان کے خیمہ میں بیٹھتے اور اپنی اُمی سے ملنے والے مہمانوں کی داستانیں سنتے بہت مزا آتا تھا۔ دنیا میں ہے کوئی ایسی جگہ یا ماحول جہاں اتنے مزے ہوں۔ نہیں ہرگز نہیں ہوسکتا۔

سامی صاحب کی وفات کے بعد بھی میں نے کبھی جلسہ نہیں چھوڑا بلکہ جب سے ہمارے جلسے حدیقۃ المہدی میں شروع ہوئے ہیں اور ٹرینوں کی سہولت ہوئی میں نے اکثر اکیلے ہی جلسے کے لئے ٹرین پر سفر کیا ٹرین کے بعد جلسہ گاہ تک بسوں میں واپسی پر ہمارے چاق و چوبند خدام لوگوں کو پیک کیا ہوا۔ قیمہ بریانی یا اور جو بھی لنگر کا کھانا اور بچوں کو ٹافیاں دے کر خدا حافظ کہتے ہوئے رخصت کرتے ہوئے اتنے اچھے لگتے کہ بیان نہیں کر سکتی دل سے اُن کے لئے دعائیں نکلتی تھیں وہ جذبہ وہ دعائیں وہ ٹرین میں اپنے ہی احمدی مسافروں کے ساتھ سفر اور جلسے پر تبصرے یہ سب میری یادوں کا سرمایہ ہے۔

اور اب دو تین سالوں سے میں نے گھر بیٹھ کر ہی ٹی وی پر جلسے سُنے اور دیکھے ہیں بات کرتی ہوں اس جلسے کی جو کووِڈ کی وجہ سے بہت محدود تعداد میں لوگوں کو دعوت نامہ دے کر بلایا گیا تھا اور بہت ساری پابندیاں بھی تھیں میں تو ویسے بھی عمر کے اُس حصہ میں آ جاتی ہوں جس کو گھر بیٹھ کر ہی دیکھنا اور سُننا چاہئے۔ سو میں نے یہ جلسہ اپنے گھر بیٹھ کر ہی دیکھا اور سُنا۔

جی ہاں میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ 2021ء کا جلسہ میرے لیے کافی مختلف تھا ایک تو پچھلے سال جلسہ نہیں ہو سکا تھا اب بے تابی سے انتظار تھا۔ دوسرے میری بہو اپنے بچوں کے ساتھ اپنے والدین کے گھر گئی ہوئی تھی، اور میرا بیٹا عکاشہ ڈیوٹی کی وجہ سے پہلے ہی حدیقۃ المہدی چلا جاتا تھا۔ سو میں نے یہ جلسہ اکیلے میں گھر بیٹھ کر دیکھا نہ صرف بیٹھ کر بلکہ کبھی سوفے پر کبھی کرسی پر اور بہت تھک گئی تو بیڈ میں بیٹھ کر سُن لیا اکیلی تھی اس لئے اس بات کا مزا بہت آیا کہ ساری پُرانی یادوں کو ساتھ لے کر چلتی رہی اسٹیج پر سامی صاحب کو ڈھونڈا، اپنے والدین کے لگے خیموں کی تلاش میں گھومتی رہی، جہاں رات کو چادر بچھا کر آتی تھی وہ جگہ تلاش کرتی رہی، کبھی وہ اندھیری رات کو سونی سڑک پر بچوں کے ساتھ سامی صاحب کی ڈرائیو کرتی ہوئی A3 پر دوڑتی ہوئی کار کا پیچھا کرتی رہی غرض جہاں میں نے حضور پُر نور کے خطاب سنے، نظمیں سنیں، ایم ٹی اے پر وہ نظارے دیکھے جو کیمرے کی آنکھ دکھا رہی تھی کیچڑ میں پھنسی ہوئی کاروں کو اپنے بہادر جوانوں کو پُر جوش اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی صدا بلند کر کے دھکا لگاتے ہوئے بارش میں بھیگتے ہوئے wellington shoes پہنے ہوئے ممبرات لجنہ اماء اللہ کو بھی مشکل حالات میں جواں مردی سے کام کرتے ہوئے دیکھا، اِن سب باتوں سے جو جذبات ہوتے ہیں وہ سب اکیلے میں ہی مزا دے سکتے ہیں کوئی پاس ہو تو ضبط کرنا پڑتا ہے اب صرف میں تھی اور میرا جلسہ تھا اور بلک بلک میری یادیں اور میرے تمام جلسے تھے۔۔ ہاں دو دن کھانا میں نے لنگر کا ہی کھایا رات کو میرا بیٹا عکاشہ میرے لئے تبرک لے کر آتا تھا۔

ہے نا مزے دار میرا جلسہ، جلسہ 2021ء یادگار جلسہ!

نبیلہ رفیق فوزی۔ناروے

دار المسیح قادیان کی زیارت

(جلسہ سالانہ کی مناسبت سے ایک تحریر)

قسط دوئم

بہشتی مقبرہ

الدّار کے بعد بہشتی مقبرہ جو ہمارے لئے سب سے بڑا خزانہ ہے۔قادیان کی بستی نے جن کی وجہ سے دنیا میں عزّت اور شہرت پائی اب وہ سب ایک ایک کر کے الدّار چھوڑ کر یہاں آباد ہو چکے تھے۔ یہ وہی بہشتی مقبرہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خوابوں کے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو زمین کا ٹکڑا دکھا کر بتایا تھا کہ اس میں دفن ہونے والے بہشتی ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ملکیت زمین کا ٹکڑا جس میں مختلف پھل دار درختوں کے باغ تھے میں سے کچھ حصہ قبرستان کے لئے وقف کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا۔ ویسے تو ایسا قبرستان بنانے کا خیال اور خواہش بہت دیر سے حضرت مسیح موعودِ علیہ السلام کے دل میں تھی 1905ء میں جب آپ کو اپنی زندگی کے متعلق مختلف خوابیں اور الہام ہونا شروع ہوئے تو آپؑ نے اس خدائی پیغام کو پورا کرنے کا فیصلہ کر لیا، اب آپ نے ایک کتاب، الوصیت کے ذریعے، اس قبرستان میں دفن ہونے والے اصحاب کے متعلق تفصیل سے لکھا۔ انہی دنوں میں حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ بھی وفات پا گئے۔ جن کو کسی اور جگہ دفن کیا گیا تھا۔ مگر بعد میں جب آپ نے اس قبرستان کو باقاعدہ بہشتی مقبرہ کا نام دے دیا، تو ان کا صندوق بھی اُٹھا کر یہاں دوبارہ دفنایا گیا۔ الدّار سے نکل کر ایک دو گلیاں چل کر ڈھاب (یعنی جہاں پہلے ڈھاب ہوا کرتی تھی) اور اسکا پُل کراس کرنے کے بعد بہشتی مقبرہ کی چار دیواری شروع ہو جاتی ہے۔ یہ چار دیواری بھی ماشاء اللہ موٹی اور مضبوط اینٹوں کی بنی ہوئی ہے، بہشتی مقبرہ ایک بڑے قطعے پر واقع ہے۔ جس کا چاروں طرف سے چار دیواری سے احاطہ کیا ہوا ہے یہاں بھی گیٹ پر سیکیورٹی کا انتظام ہے۔ ہر کسی نے اپنا کارڈ دکھا کر اندر جانا ہوتا ہے۔ پہلی تعارفی زیارت کے وقت ہمارے ساتھ ہمارے عزیز بچے تھے جنہوں نے پہلی مرتبہ تقریباً اڑھائی گھنٹے ہمارے ساتھ لگائے اور ہمیں بہشتی مقبرہ کی تعارفی مگر تفصیلی سیر کرائی۔ حضرت مسیح موعودِ کے زمانہ میں بھی اس باغ میں مختلف قسم کے پھل دار درخت تھے۔ اب بھی اللہ کے فضل سے آموں کے باغ کے علاوہ اور بھی بہت سے پھل دار درخت ہیں۔یہیں پر ایک مرتبہ حضور حضرت اماں جانؓ کے ساتھ چہل قدمی فرما رہے تھے کہ حضرت اماں جانؓ کی خواہش پر اللہ تعالیٰ نے بے موسی سنگترہ حضورؑ کے ہاتھوں سے درخت سے اُتارنے کا معجزہ ظاہر کیا تھا۔ حضور علیہ السلام اپنے احباب کے ساتھ یہاں سیر کو بھی آتے اور اصحاب کے درمیان میں تشریف فرما ہو کر شہتوت اور دوسرے پھلوں کو خود بھی نوش فرماتے اور اپنے احباب کو بھی پیش کرتے۔ باغ کے ایک طرف حضور کی شہ نشین والا مقام ہے جہاں، آپؑ سیر کے بعد تشریف فرما ہوتے، پہلے کبھی اس پر ٹین کی چھت ڈالی گئی تھی۔ اب اسکی جگہ کمرہ بنا دیا گیا ہے۔ 1905ء میں جب زلزلہ آیا ہے تو حضور اپنے خاندان کے ساتھ اسی باغ میں بہت ماہ تک خیموں میں مقیم رہے۔

ویسے تو اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق اس میں دفن ہونے والا جنّتی ہو گا۔ مگر ظاہری طور پر بھی یہ قبرستان کسی بہشت سے کم نہیں۔ اپنے پھل دار درختوں، خوشنما تراشیدہ جھاڑیوں کی باڑ، رنگا رنگ پھولوں اور کلیوں سے سجا یہ خطہ انتہائی دیدہ زیب دکھائی دیتا ہے۔ اب تو اس کی سڑک بھی جو بیرونی گیٹ سے قطعہ خاص تک جاتی ہے، انتہائی خوبصورت اینٹوں سے پختہ کی گئی ہے۔ انتہائی مناسب تسلسل کے ساتھ روشیں۔ پگ ڈنڈیاں، قطعے پھولوں کی کیاریاں، اور ان سب قدرتی حسن اور انسانی ہاتھوں سے مقدور بھر سنورے ماحول کے بیچوں بیچ، اس باغ کے مالی کی آخری آرام گاہ، جس نے اس باغ یا بہشتی مقبرہ کو احمدیوں کے لئے کسی کی سوچ سے کہیں زیادہ خوبصورت بنا دیا ہوا ہے۔ گیٹ سے داخل ہونے کے بعد ظاہر ہے فطری طور پر ہمارا رُخ اسی طرف ہونا تھا جہاں ہمارے پیارے مسیح الزماں آرام فرما رہے ہیں۔ قدم خود بخود ہی تیز تیز اسی طرف اُٹھی جا رہے تھے، کیونکہ گیٹ کے بعد چند قدم چلنے پر ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ سامنے جو سفید عمارت نظر آ رہی ہے وہ کیا ہے۔ سڑک سے بائیں طرف خود بخود ہی چل پڑے لوہے کے سفید جنگلے کے اندر حضرت مسیح الزماں اپنے بہت سے افرادِ خانہ اور باوفا اصحابؓ کے ساتھ ابدی نیند سو رہے ہیں۔ ہم دونوں ماں بیٹا جنگلے کو پکڑ کر خاموش کھڑے ہو گئے۔ زندگی کا کتنا لمبا سفر کاٹا ہے ہم نے اس جگہ پہنچنے کے لئے۔ قادیان سے واپس آنے والے لوگوں سے ہم سنا کرتے تھے کہ وہ حضرت مسیح الزماں علیہ السلام کے مزار کے پاس بیٹھ کر ان کی لحد کی مٹی پر ہاتھ پھیرتے رہے اور دُعائیں کرتے رہے۔ مگر اب بہشتی مقبرہ جنگلے اور دیواروں اور دروازے کے حصار میں کر دیا گیا ہے، اب ہمارے اور ہمارے پیارے مسیح الزماں علیہ السلام کے درمیان لوہے کا جنگلہ کھڑا کر دیا تھا۔ گو کہ دو اڑھائی میٹر کا ہی فاصلہ ہو گا، مگر فاصلہ تو تھا۔ اب یہ تو یاد نہیں کہ دُعا بھی کوئی کی کہ نہیں، بس اس مزار کی عظمت اس پر لکھی تحریر اور اس سچّائی پر کہ ہم جیسے حقیر لوگ بھی آج اس بہشتی مقبرے میں امام الزماں کے مبارک مزار کے سامنے کھڑے ہیں کی حقیقت پر خدا کا شکر ادا کرتے رہے۔ بہت دیر بعد جب دل کی بھڑاس نکال لی تو پھر نظر ادھر اُدھر کی۔ جب معلوم ہوا کہ آپ کے بائیں طرف آپ کے وفادار ساتھی جو آپ نے اللہ تعالیٰ سے سلطانِ نصیر کے طور پر مانگا تھا کا مزار ہے۔ اور دائیں طرف آپ کی زوجہ محترمہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب سے الہامات اور پیشگوئیوں کے بعد آپ کو عطا کی تھیں، کے مزار کی خالی جگہ ہے۔ جنگلے کی وہ جگہ جہاں ہم نے کھڑے ہو کر دعا کی وہاں زیادہ دیر کھڑا نہیں ہوا جا سکتا کیونکہ مسلسل زائر آ رہے ہوتے ہیں اس لئے وقت کی قید کے ساتھ ہی وہاں کھڑا رہا جا سکتا ہے۔ ورنہ دل تو یہی چاہتا ہے کہ، اس بہشتی مقبرے کے بانی کی لحد کے سامنے ہی کھڑے رہیں۔ بہر حال وہاں سے ہٹ کر سب سے پہلے ہم نے اپنے عزیز و اقارب کو سلام کرنا چاہا، ان کے قطبوں کے نمبر وغیرہ ہمارے پاس تھے۔

خاکسار کے دادا محترم، شہید چچا محترم جو تحریک جدید کے پہلے شہید ہیں، میری بڑی والدہ کے صحابی والد محترم، میری نانی جان محترمہ جن کے قطبے پر لکھا ہے کہ "انہوں نے لیکچر سیالکوٹ خود سنا اور بیعت کی" میری سب سے بڑی ہمشیرہ محترمہ سلیمہ بیگم اور میرے بہنوئی درویش مکرم عبدالسلام صاحب وہاں دفن ہیں۔ چونکہ عزیزم باسط احمد اور عزیزم نور احمد، ہمارے ساتھ تھے اس لئے اپنے عزیزوں کے مزار بھی ڈھونڈنے میں دیر نہ لگی۔ یہ تو پہلا روز تھا۔ باقی بھی قیام کے تمام دن ہم نے ہر روز اپنے پیارے امام، اور امام کے پیاروں کے مزاروں کو تاریخی اعتبار سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کے سرہانے کھڑے ہوئے، ان کی فدائیت، اور قربانیوں کے تاریخی واقعات یاد کئے۔ ان کے حضرت امام الزماں علیہ السلام کے ساتھ عشق و وفا کے کتنی ہی حسین یادیں ذہن میں آ ئیں۔ یادگار، قدرتِ ثانیہ کا مقام بھی بہشتی مقبرہ کی چار دیواری کے اندر ہے، جہاں حضرت مسیح موعودؑ کا جنازہ لا کر رکھا گیا اور وہیں پڑھا بھی گیا تھا۔

قادیان کی سیر

بہار کا موسم تھا۔ اس موسم میں قادیان کی بستی میں پھولوں سے جگہ جگہ سجاوٹیں، تازہ سفیدی اور پینٹ کی ہوئی عمارتیں، سُرخ اینٹوں سے نئی زیر تعمیر عمارتیں، دفاتر، دیواروں پر پھولوں سے کی گئیں سجاوٹیں بہت خوبصورت لگ رہی تھیں۔ ایک عمارت بہت ہی جاذبِ نظر تھی معلوم ہوا یہ خدام مجلس ہندوستان کا دفتر ہے۔ قادیان کی بستی اور اسکے نواحی محلے جہاں احمدی آباد ہیں، ان دو بڑی مساجد یعنی مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک کے علاوہ بھی کئی مساجد ہیں۔ وہ علاقہ جس میں خاکسار کے بھانجے عزیز احمد اختر مقیم ہیں، اس کا نام ننگل ہے انکے گھر کے بالمقابل ایک مسجد ہے جس کا نام مسجد نور ہے۔ بہت سے دفاتر اندرون شہر سے باہر کھلی اور بڑی جگہ پر منتقل ہو چکے ہیں۔ جامعہ بھی مضافات میں کھلی جگہ پر منتقل ہو چکا ہے۔ ہمیں تو احمدیہ محلے کی ایک، ایک گلی میں پھرنا بہت ہی اچھا لگا، گلیوں میں آتے جاتے دروازوں پر درویشان کے نام کی تختیاں پڑھیں، کچھ حیات، اور کچھ وفات یافتہ کے ناموں کی بھی تھیں، یہ ان لوگوں کے گھر تھے جن میں ابھی درویشان کے بیوی بچے مقیم تھے۔

سابق مشنری انچارج مکرم کمال یوسف صاحب کی ہدایت بھی یاد تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی رہائش گاہ اور ان کے گھر کے بیت الدّعا کی زیارت بھی کرنا ہے ایک دن خاکسار کو موقع مل گیا، حرم کے سامنے کھڑے ایک کارکن سے کہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی رہائش گاہ کہاں ہے۔ انہوں نے اپنے سامنے کی عمارت جو سڑک کے دوسری طرف تھی کی طرف اشارہ کر دیا کہ اصل میں رہائش گاہ تو یہ تھی مگر اب سامنے والا حصہ جو سڑک پر ہے وہاں امورِ خارجہ کا دفتر بن چکا ہے اور دوسرا حصہ اب جماعت کے استعمال میں ہے۔ جس کا دروازہ پچھلی گلی میں کھُلتا ہے، بلکہ

ایک کارکن گھر کا دروازہ دکھانے کے لئے گلی تک آئے، دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آواز آئی کہ ''آجائیں'' گھر میں بڑے نہیں تھے دو بچّے تھے، خاکسار نے اپنی خواہش ظاہر کی تو، جواب ملا کہ ''ہاں آنٹی یہ گھر حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے بیٹے کے استعمال میں تھا، مگر ان کا بیت الدعاء والا حجرہ یہیں ہے آپ نفل پڑھ سکتی ہیں۔ مجھے تو ان بچوں کی تربیّت پر بڑا ہی فخر محسوس ہوا کہ اتنی تہذیب اور شائستگی سے انہوں نے ایک اجنبی کو گھر میں آنے کی صرف اجازت ہی آپ بھی پڑھ لیں۔ وہاں جو لوگ بھی رہائش پذیر تھے۔ اس خاندان کو یہ کریڈٹ تو ضرور جاتا ہے کہ ہر آنے جانے والے کو اپنے گھر کے صحن، برآمدے، اور ایک اور رہائشی کمرے سے گزار کر اس کمرے میں لے جاتے ہیں جس کے اندر دو سیڑھی کی اونچائی پر ایک شخص کے کھڑے ہونیکی جگہ کے برابر چھوٹا سا عبادت کرنے کا حجرہ بنا ہوا ہے۔ جہاں زائر اپنی مرضی سے نفل ادا کرتا ہے۔ اتنی دیر تک ظاہر ہے گھر کے مکین یہ دونوں کمرے استعمال نہیں کر سکتے ہوں گے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ ہی ان لوگوں کو اجر عطا کرے مجھے یہ یاد تو نہیں کہ وہ کن کا خاندان ہے، شاید میں نے پوچھا ہو مگر اب بھول گیا ہے۔ مگر یقیناً درویشوں کی اولادیں ہی ہونگیں۔ قادیان کے روحانی ماحول میں پرورش پانے والے لوگوں کے دل اتنے ہی وسیع اور مہمان نواز ہونا چاہئے۔ انہوں نے اپنے بڑوں سے بھی یہی سیکھا ہے۔ اور ان کے بڑوں نے تو اپنے بزرگوں سے وہ کچھ سیکھ لیا ہے کہ اس سبق کے بعد ان سے حسین اعمال ہی ظاہر ہو نگے، جبھی تو ان کی نسلوں نے اپنے مکانوں کی طرح اپنے دل بھی وسیع کر رکھے ہیں۔ آنے والے زائرین اس مقدس بستی میں ان شعائر اللہ کی زیارت کو آتے ہیں، جن کو سوچنا، دیکھنا، زیارت کرنا، ان میں چلنا پھرنا۔ عبادت کرنا سب کچھ عبادت کا رنگ رکھتے ہیں۔ وہ گلیاں۔ وہ راستے دیواریں۔ دروازے کھڑکیاں، کمرے، حجرے، صحن، کنوئیں

پیڑ، باغات جہاں اللہ تعالیٰ کے پیارے امام الزماں علیہ السلام کا بچپن جوانی بڑھاپے کا سارا مقدس اور متبرک وقت گزرا ہوا ہو، جن دیواروں نے مسیحا کی مناجات اور تضرّعات کو اپنے اندر سمویا ہو، جس کی مٹی نے اس کے قدم چھوے ہوں۔ وہاں کی بستی کے مکین کتنے خوش نصیب ہو نگے۔ جن کا ان مقامات اور شعائر اللہ کے پاس سے صبح و شام گزر ہوتا ہو تو ظاہر ہے ان کی خوش نصیبیوں کے ساتھ غیر از بستی یا غیر از ملک مقیم احمدیوں کے نصیب کا تو کوئی تقابل نہیں لیکن یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ کبھی کبھار یا زندگی میں ایک آدھ بار ایک سمندر پار یا سات سمندر پار سے آنے والوں کے لئے بھی اس بستی کے تبرکات سے کچھ دنوں کا فیض پالیں تو خوش نصیب نہیں ہو نگے۔ خوش نصیب تو ہیں مگر اہل قادیاں اور اولین احمدیوں کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں ہم دونوں ماں بیٹا تو اس وقت اپنے آپ کو کسی طور حضرت مسیح موعود کی علیہ السلام دُعاؤں کے فیض سے باہر نہیں سمجھ رہے تھے۔

قادیان میں رہنے والے بھی عجب لوگ ہیں۔ ان کی خوش نصیبیوں اور ان کو ملنے والی حسنات کا کیا ذکر کیا جائے۔ اور الدّار کے رکھوالے اور قادیان دارالامان کی گلیوں کی رونقوں کے ذمے دار، اس وقت صحابہؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری تیسری اور چوتھی نسل کے احمدی بوڑھے بچے اور جوان اس بستی میں مقیم ہیں۔ دوسری نسل تو کم ہی ہے مگر ان کے وجودوں کی قلیل تعداد بھی اہل قادیان کی فضاؤں اور ہم جیسے باہر سے جانے والے ترسے ہوئے زائرین کے لئے آبِ حیات سے کم نہیں۔ جن کے لئے خلفائے احمدیت نے انتہائی محبّت اور احترام کے جذبات بھرے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1969ء میں برموقعہ جلسہ سالانہ درویشانِ قادیان سے فرمایا کہ ''آپ مسیح پاک کی پاک بستی میں محبّت کی شمع روشن کئے بیٹھے ہیں۔ محبت کی یہ گرمی کم نہ ہونے پائے، اُکتا نہ جائیں، تھکیں نہ، مایوس نہ ہوں'' جلسہ سالانہ 1948ء کے موقعہ پر حضرت اماں جان نے درویشان کی درخواست پر تحریر فرمایا کہ ''قادیان جماعت کو ان شاء اللہ ضرور واپس ملے گا۔ مگر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو موجودہ امتحان کو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ برداشت کر کے اعلیٰ نمونہ قائم کریں گے۔۔۔۔ میری سب سے بڑی تمنّا یہی ہے کہ جماعت ایمان اور اخلاص اور قربانی اور عملِ صالح میں ترقی کرے''

درویشان سے ملاقات

مقاماتِ مقدسہ کے علاوہ یہ مقدس لوگ بھی وہاں موجود تھے ان سے شرفِ ملاقات نصیب ہوا۔ خاکسار کے خاندان کا درویشان کے ساتھ ایک خاص تعلق تھا۔ سب احمدیوں کے لئے ہی خاص ہو گا، مگر میں اپنے خاندان سے تعلق اس لئے خاص کہ رہی ہوں کہ ہمارے والد (مکرم کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب) تقسیمِ ملک کے وقت کشمیر سری نگر میں جماعتی خدمات ادا کر رہے تھے۔ مگر حالات زیادہ خراب ہونے کی وجہ سے وہاں سے نکلنا پڑا، جب آپ لاہور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اب آپ قادیان جانے کی تیّاری کرو۔ چنانچہ 1948ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر والد صاحب باقی درویشان کی طرح قادیان کی بستی اور اہلِ قادیان کی خدمت کے لئے پہنچ گئے۔ اور قادیان میں ڈسپنسری میں خدمت شروع کر دی۔ کچھ عرصہ بعد والدہ بھی دو بچیوں کے ساتھ قادیان پہنچ گئیں۔ یوں ہمارا خاندان وہاں تقریباً پانچ برس درویشی کے بابرکت نظام کے تحت رہا۔ چونکہ ہمارا خاندان ایک عرصہ وہاں مقیم رہا، جبکہ والد صاحب بحیثیت ڈاکٹر اور والدہ صاحبہ نے بحیثیت صدر لجنہ قادیان اور بیرون قادیان کے خدمت کی۔ اور بعد میں بھی درویشان کے ساتھ ہمیشہ ہی گہری محبت اور الفت کا تعلق رہا۔ جب حالات کچھ بہتر ہوئے اور درویشان نے پاکستان آنا شروع کیا تو جب بھی درویشان کی ہمارے ہاں مسلسل جلسہ پر آمد ہوتی اور ہم بچے بھی اپنی والدہ کے ساتھ دارالضیافت میں بھی درویشان سے ملنے جاتے۔ یوں ہمارے ماں باپ نے اپنے بچوں کے دلوں میں قادیان کے درویشان کا بہت احترام اور محبّت ڈالی ہوئی تھی۔ اسی ناطے سے ہمیں قادیان میں الدار کے بعد درویشان سے ملنے کی بہت تمنا تھی۔ گلیوں میں گزرتے ہوئے مکانات پر درویشان کے نام پڑھے۔ بہت سے درویشان کے نام جن کا ذکر اپنے والدین سے سن رکھا تھا اور تاریخ اور تقاریر میں پڑھ رکھا تھا۔ اس لئے ان کے مکانات پر لگی تختیوں پر ان کے نام پڑھ کر بہت سی پرانی باتیں یاد آئیں۔ ہمارے گائیڈ بچے بھی ماشاء اللہ خوب معلومات رکھتے تھے۔ کون سے درویش حیات ہیں کون ہیں جو خود تو حیات نہیں مگر ان کی بیگم صاحبہ ابھی بقیدِ حیات ہیں اور اسی مکان میں رہائش پذیر ہیں۔ کون سے درویش ہیں جو حیات تو ہیں مگر ملک سے باہر اپنے بچوں کے ساتھ رہتے ہیں۔

وہ درویشان جن سے ہمیں شرفِ ملاقات حاصل ہوا اور جن کی دُعاؤں کے ہم براہِ راست حصہ دار ہوئے، اُن میں حضرت محمد موسیٰ، حضرت بشیر احمد کالا افغانا، حضرت منظور احمد، حضرت طیّب صاحب تھے۔ جناب مکرم منظور احمد صاحب سے ملاقات کو گئے تو ان کی بہو ان کے کمرے میں ہمیں لے گئیں، وہ سو رہے تھے، معلوم ہوا کہ اب عمر اور صحت کے اس موڑ پر ہیں کہ زیادہ تر غنودگی میں ہی رہتے ہیں۔ کوئی بات کرے تو جواب دیتے ہیں۔ خاکسار نے سلام کے بعد اپنے والد کا تعارف کروایا انہوں نے ایک پل کے لئے آنکھیں کھولیں، ایک لمحے کے لئے مجھے دیکھا اور فرمایا! کون سے ڈاکٹر صاحب، وہ ریلوے روڈ والے؟ (قادیان درویشی سے واپسی 1955ء میں والد صاحب ریلوے روڈ ربوہ میں قیم پذیر تھے جب میں ان درویش محترم سے ملی تھی اُس وقت تو تقریباً ساٹھ برس گزر چکے تھے ہمارے خاندان کو ریلوے روڈ سے منتقل ہوئے مگر اللہ کے فضل سے حضرت منظور درویش صاحب کو یہ یاد تھا) اور میرے جواب کا انتظار کئے بغیر دوبارہ غنودگی میں چلے گئے۔ ہم نے دوبارہ انہیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ دوسرے نمبر پر، حضرت محمد موسیٰ صاحب سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ ان کی ماشاء اللہ صحت خاصی بہتر تھی۔ میں نے ان کے سامنے اپنے والد صاحب کا نام لیا، انہوں نے میرے والد صاحب کو فوراً! پہچان لیا۔ ان کے ساتھ خاکسار اور عزیزم عامر فوزی نے ماشاء اللہ اچھا خاصا وقت لگایا۔ عزیزم عامر نے ان سے بہت سے سوالات کئے اور قادیان کے ابتدائی زمانہ کے واقعات پوچھے۔ ان کی بھی بیگم حیات نہیں تھیں۔ اور یہ اپنے بہو اور بیٹوں کے ساتھ رہتے تھے، ان کے بیٹے مکرم لطیف صاحب نے ان کے متعلق بہت سی باتیں بتائیں، باتوں کے درمیان انہوں نے بتایا کہ غیر ملکی اور غیر اقوام سے احمدیت میں داخل ہونے والے احمدی احباب جب ان سے ملنے آتے ہیں تو ان کی درویشی کے ابتدائی دنوں کی باتیں سُن سُن کر انتہائی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، اور ان کے کاموں اور قربانیوں کو مختلف انداز سے خراجِ تحسین ادا کرتے ہیں۔

تیسرے نمبر پر حضرت بشیر احمد کالا افغانا تھے، یہ بزرگ درویش مکرم موسیٰ صاحب کے قریبی عزیز تھے اور انہی کے ملحقہ گھر میں رہتے ہیں۔ ان کی بیگم بھی حیات ہیں۔ احمد آباد سے ان کا تعلق ہے۔ ان کے ساتھ دو مرتبہ شرفِ ملاقات ہوا جو ہمارے لئے انتہائی روح پرور رہا، عزیزم عامر نے ان سے الگ ملاقات کی، یہ بزرگ جب ہم ان سے ملے تقریباً اناوے برس میں تھے، اونچے لمبے، بارُعب پُرجلال شخصیت کے مالک۔ خاکسار کو جتنی خواہش تھی ان جیسے بزرگان سے ملنے اور باتیں کرنے کی اتنی تو پوری نہیں ہوسکی، لیکن ایسے یادگار لمحات بھلا ہمیں زندگی میں کبھی دوبارہ نصیب ہوں گے بھی کہ نہیں۔ ہم نے تھوڑے سے وقت میں ان کی زندگیوں کے متعلق، درویشی کے ابتدائی دنوں سے متعلقہ بہت سے سوالات اوپر تلے کئے۔ انہوں نے ہر بات کا جواب دیا۔ قادیان کی مقدس بستی میں جوانی سے لے کر بڑھاپے تک کی زندگی کے روح پرور واقعات سے بھرے ہوئے جوابات ہمیں دوبارہ کہاں سننے کو ملیں گے۔

تھوڑے سے وقت میں اتنے روح پرور قصّے سنے اور کیمرے میں بھرے کہ ہمیں وہ کسی خزانے سے کم نہیں لگ رہے تھے۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ یہ تمام قصّے اور باتیں۔ ایم۔ ٹی۔ اے والوں نے ریکارڈ کر لئے ہوئے ہیں۔ اور کتابی شکل میں بھی ڈھل چکے ہیں۔

ان کو خاکسار کے والدین کی قادیان میں رہائش کے دوران اور بڑی بہنوں کے بچپن کی بھی بہت سی باتیں یاد تھیں۔ ہم نے دُعا کے لئے عرض کیا تو انہوں نے ازراہِ شفقت فرمایا کہ جو کوئی دُعا کے لئے کہتا ہے اس سے نام وغیرہ لکھوا لیتا ہوں اور کاغذ جیب میں ڈال لیتا ہوں، آپ بھی لکھ کر نام دے دیں۔ میں اپنے پاس رکھوں گا تا کہ مجھے یاد رہے۔ خاکسار نے کچھ نام دُعا کی غرض سے کاغذ پر لکھ دیئے، اگلے روز جمعہ تھا، عزیزم عامر نے ان کے ساتھ پروگرام بنالیا کہ میں آپ کے پاس آؤں گا پھر ہم اکھٹے مسجد مبارک جمعہ پڑھنے جائیں گے۔ میرے بیٹے کے لئے یہ انتہائی اعزاز کے لمحات تھے جب وہ ایک درویشِ قادیان کے ساتھ اُن کے گھر سے چل کر مسجد تک آیا۔ راستے میں انہوں نے کتنی ہی دلفریب گفتگو عزیزم کے ساتھ کی۔ جمعہ ختم ہونے کے بعد خاکسار مسجد سے اُتر کر صحن تک آئی تو سامنے سے مکرم درویش بشیر احمد صاحب آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے ہوئے آ رہے تھے۔ 1947ء میں محافظِ الدار کو مسجد مبارک کے صحن میں چلتے دیکھ کر ذہن بہت پیچھے چلا گیا۔ اگر یہ میری پہلی زیارت نہ ہوتی یا میں قادیان کی ساکن ہوتی تو میرے لئے اس نظّارے میں اتنی کشش اور جاذبیت نہ ہوتی۔ مگر سالہا سال پڑھی اور سُنی تاریخِ احمدیت کی وہ حقیقتیں ذہن کے پردوں سے ٹکرا گئیں۔ جب آج کے عمر رسیدہ درویش تقسیمِ ملک کے نوجوان مگر بہادر اور دلیر محافظ بنے ہوئے تھے۔ یہی وہ وجود تھے جنہوں نے بھوکے پیٹ خوف اور بھوک کی حالت میں الدّار کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں داؤ پر لگا رکھی تھیں۔ ان نگینے لوگوں میں اب گنتی کے لوگ ہی تو بچے تھے، جن کا دیدار اور ملاقات ہم ماں بیٹوں کے حصے میں بھی آ گیا۔

ایک درویش مکرم طیّب صاحب جو بالکل الدّار کے سامنے والی گلی میں احمدیہ محلہ میں ہی رہتے ہیں سے ملاقات کا شرف پا نارہ گیا تھا، ان سے ملاقات کرنے کا قادیان سے روانگی کے آخری دن موقعہ مل گیا۔ ماشاء اللہ اب تک ہم جتنے بھی درویشان سے ملے تھے یہ سب سے زیادہ چوکس اور صحت مند تھے۔ ان کی بیگم بھی مدراس سے تھیں، جتنی دیر ہم ان کے پاس بیٹھے وہ دونوں میاں بیوی ہر بات کا شکر، ادا کرتے نہیں تھک رہے تھے، اور مسلسل مسکراتے رہے، حضرت مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم کو بہت ہی خوبصورت الفاظ میں یاد کرتے رہے۔ ان سے پہلے بھی تمام درویش صاحبان اور ان کے گھر والے جو بھی ملا اس نے حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کو بہت پیارے اور محبّت بھرے الفاظ میں یاد کیا۔ مکرّم طیّب صاحب سے عزیزم عامر نے جب پوچھا کہ حضرت مرزا وسیم احمد مرحوم کے متعلق کوئی بات کریں تو وہ فرمانے لگے کہ، ''اُس کی کیا بات کریں، وہ تو ہمارا یار تھا، ہمارے ساتھ والی بال کھیلتا تھا۔

یہ درویش بزرگ بتانے لگے کہ وہ بنگال میں تھے جب انہوں نے احمدیت کا چرچا سُنا پھر قادیان آ گئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے، پھر دوبارہ پیچھے مڑ کر نہیں گئے۔ اور اب گزشتہ برس کسی مہربان دوست نے ان کو آفر کی کہ میرے ساتھ آپ بنگلہ دیش چلیں، پورے پچپن برس بعد وہ اپنے وطن لوٹے جہاں ان کے تمام بھائی اور بڑے بزرگ وفات پا چکے تھے۔ محض کچھ بھتیجے تھے جن سے ملاقات ہوئی۔

ان کے منہ سے ہم نے بہت ہی منّت سماجت کے بعد ان کے ساتھ پیش آنے والے واقعات میں سے ایک معجزاتی واقعہ سُنا جو وہ بالکل بھی سنانا نہیں چاہتے تھے، اس لئے نہیں کہ وہ اس عمر کو پہنچ چکے تھے کہ ان کو اپنے ساتھ بیتے واقعات یاد نہیں تھے یا وہ اب گزشتہ باتیں کرتے تھک رہے تھے، بلکہ اس لئے کہ قادیان کی مقدّس فضاؤں نے ان کے اندر حقیقی عاجزی اور انکساری بھر دی ہوئی تھی، بالکل ایسے جیسے پھلوں سے بھری ڈالی جھکتی ہے۔ عجیب بات ہے کہ ہمارے قادیان سے آنے کے بعد بہت تھوڑے تھوڑے دنوں کے وقفہ سے چار درویشان آگے پیچھے دُنیائے فانی سے کوچ کر گئے،

ڈیرہ حضرت بابا نانک کی زیارت

ڈیرہ حضرت بابا نانک پر جانا بھی انہی تبرکات میں شامل ہے جو حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے فیض کے صدقے جماعتِ احمدیہ کے حصے میں آیا ہے۔ اس قصبے کا نام تو اب مجھے یاد نہیں آ رہا بہر حال ڈرائیور ہمیں وہاں لے گیا۔ گاڑی سے اتر کر کچی پکّی سڑکوں اور گلیوں میں سے گزرتے ہوئے ایک آبادی میں داخل ہوئے جہاں ایک گلی کے دونوں طرف دوچار چھپّر ڈال کر چھوٹی چھوٹی بنی ہوئی دکانیں تھیں۔ جن میں انتہائی معمولی پلاسٹک کے کھلونے وغیرہ کا سامان بک رہا تھا۔ ایک سڑک کے بورڈ کے علاوہ کوئی بھی ایسا بورڈ وغیرہ نہیں لگا ہوا تھا جس سے معلوم ہوتا کہ حضرت بابا نانک کا ڈیرہ کس گلی میں ہے۔ بہر حال ایک گلی میں پہنچ کر پوچھا اور اسی سمت کو چند گز کے فاصلے پر دائیں طرف ایک بڑا سا کمرہ تھا جس میں دو تین سردار صاحب قالین بچھا کر بیٹھے تھے۔ غالباً وہ اس ڈیرے کے متولّی تھے۔ پہلی نظر میں تو کوئی ایسا احساس نہیں ہوا کہ یہ حضرت بابا نانک کا ڈیرہ ہے اور یہیں پر ان کا مقدس چولہ بھی موجود ہو گا۔ قالین پر بیٹھے سردار صاحبان سے پوچھا کیا یہی وہ جگہ ہے جہاں چولہ مبارک رکھا ہے۔ انہوں نے کمرے کے آگے بڑھ جانے کا اشارہ کیا۔ اس کمرے کے آخر میں مسند نما تخت بچھا تھا اور ایک چھپّر نما کمرہ سا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک کپڑے کا اسٹینڈ رکھا تھا جس کے اوپر شیشے کا کور چڑھا تھا۔ ایک لڑکا جو وہاں تعینات تھا اس سے پوچھا کہ چولہ دیکھنا ہے، آپ کیسے دکھائیں گے؟ اُس لڑکے نے اس اسٹینڈ کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ ہے۔ پہلی نظر میں تو شیشے کے اندر سوائے ایک بوسیدہ کپڑے کے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ دل بہت خراب ہوا کہ یہ کیا ہے ہم تو اتنی دور سے چولہ دیکھنے آئے ہیں یہ لوگ نہ جانے کیا ہمیں دکھا رہے ہیں۔ پھر دوبارہ استفسار کیا تو پھر وہی جواب ملا کہ یہی ہے پرانا ہو چکا ہے۔ اب ہم نے اس ے غور سے دیکھنا شروع کیا تو آہستہ آہستہ عربی لکھی نظر آنے لگی، کلمہ طیّبہ، قرآنی آیات انتہائی خوبصورت تحریر میں لکھی نظر آنے لگیں۔ مگر بہت ہی مدہم، بہت ہی کم اور کہیں کہیں تحریر نظر آ رہی تھیں، کیونکہ کپڑا انتہائی بوسیدہ ہو چکا ہے۔ اس لئے اسے اس انداز سے شیشے میں بند کیا ہوا ہے کہ چند آیات نظر آ سکتیں ہیں۔ ہم نے چند تصاویر بھی اُتاریں جن سے آیات آسانی سے پڑھی جا سکتی ہیں۔ ڈیرے کے نگرانوں سے پوچھا کہ، کیا آپ کبھی اس شیشے کے بکس کو کھولتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ اس ورثے کے تین حقدار ہیں جب بھی کبھی کھولنا ہوتا ہے ان تینوں کی اجازت اور نمائندگی سے کھلتا ہے۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور الٰہی نشان کا نظارہ کر لیا۔

ہوشیار پور

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے 1986ء میں ارادہ کیا کہ وہ کسی تنہا جگہ جا کر حضرت موسیٰ کی طرح متواتر چالیس دن عبادت الٰہی میں گزاریں کسی ایسی جگہ پر جہاں کوئی انہیں نہ جانتا ہو۔ اس کے لئے. گورداسپور میں جانے کا ارادہ کیا مگر، کسی وجہ سے یہ سفر ملتوی ہو گیا اور پھر وہ وقت بھی آ گیا جب آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوشیار پور تشریف گئے جہاں مہدی الزماں حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے چالیس دن کی چلّہ کشی کی اور اپنے خدا سے دشمنوں کے مقابلہ میں نشان مانگا۔ اب ہم محض اللہ کے فضل اور اپنے بھانجے کی نوازشوں کے طفیل اس عظیم الشان ناشن کا جائے مقام دیکھنے کی توفیق پانے والے تھے۔ اس دن عصر کا وقت تھا جب ہم لوگ ہوشیار پور کے اس محلہ کے بازار میں اپنی گاڑی کھڑی کر کے اس مکان کی طرف بڑھے۔ یہ مکان شیخ مہر علی صاحب رئیس کے گھر کا بالا خانہ تھا۔ باہر کا دروازہ کھلا تھا دروازے کے ساتھ سیڑھیاں اوپر جاتی تھیں۔ بالکل خاموشی تھی، اُوپر پہنچے تو صحن میں ایک خادم تشریف رکھتے تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ یہاں ایک مربّی صاحب اور ایک معلّم صاحب کی فیمیلیز رہتی ہیں مگر اس وقت دونوں ہی شہر میں موجود نہیں۔ یہ خادم صاحب ڈیوٹی کے طور پر بیٹھے تھے۔ ہمیں تو اُن کمروں سے غرض تھی جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح پر تجلّیات اور فضائل کے دروازے کھولے۔ جہاں اللہ تعالیٰ براہِ راست حضور سے ہمکلام ہوا اور حضور علیہ السلام کو عظیم الشان بشارات عطا کیں۔ یہی تو وہ کمرے تھے جہاں اللہ تعالیٰ سے حضرت مسیحِ موعودؑ نے نشان مانگا اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے نشانِ رحمت یعنی پیشگوئی مصلحِ موعودؓ عطا کی۔

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے استعمال میں آنے والے دو کمرے تھے جو آگے پیچھے بنے ہوئے ہیں۔ اگلے کمرے کے ساتھ باہر چھوٹی سی جگہ تھی جہاں کونے میں تکون لکڑی کا چھوٹا سا تختہ جڑا ہوا ہے، جسے چیزیں رکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہو گا۔ معلوم ہوا کہ یہ تمام عمارت اور ہر چیز حضور علیہ السلام کے وقت کی ہی ہے۔ دونوں کمروں کے فرش پر موٹے موٹے قالین پڑے ہوئے تھے۔ ظاہر ہے، کھڑکیاں دروازے حضورؑ کے وقت کے ہی ہونگے مگر قالین اور پنکھے وغیرہ تو فی زمانہ کے ہی لگے ہونگے۔ کیونکہ ہمیں ان کمروں کی جزئیات دیکھنے اور پوچھنے کا تجسس تھا جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے بندے کو خاص طور پر عبادت کے لئے بھیجا تھا۔ اس لئے ہم چھوٹی چھوٹی بات میں اشتیاق رکھتے اور تاریخ کو ذہن میں دُہراتے تھے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے اپنے خادموں کو فرما رکھا تھا کہ اوپر کے حصّے میں میں اکیلا رہوں گا اور دوسرے احباب نچلے حصّے میں رہیں گے۔ اور چالیس دن تک کسی کو آپ سے ملنے کی اجازت بھی نہیں تھی۔ بس خاموشی سے کھانا پہنچایا جاتا تھا حضورؑ کھانا تناول فرما کر برتن کمرے سے باہر رکھ دیتے۔ ہم نے بھی اس بابرکت مقام پر دو نفل ادا کئے، اللہ کے حضور حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کی کی گئی دُعاؤں کی برکات میں سے کچھ حصہ مانگا، وہ خادم جو ڈیوٹی پر تھے انہوں نے کچھ مزید باتیں بتائیں کہ مکان کا کتنا حصّہ قدیم ہے اور کتنا جدید اور یہ کہ اس مکان کے ساتھ ملحقہ کچھ حصّہ ایسا بھی ہے جو کبھی اسی مکان کی ملکیت میں تھا مگر پڑوسی مکان کے مالک نے مقدمہ کر کے اسے ہتھیا لیا ہے۔ بہر حال ہوشیار پور کے اس بابرکت مکان کی زیارت سے حظ اُٹھا کر ہم واپس قادیان لوٹ آئے۔

جتنے دن ہم ماں بیٹا نے وہاں گزارے، اپنے محترم مہمان نواز خاندان نے جتنا حسین سلوک ہم سے کیا اس کا اجر تو اللہ تعالیٰ ہی انہیں دے گا۔

اور جو سلوک اللہ تعالیٰ نے ہم سے قادیان دکھا کر فرمایا ہے اس کا احسان تو ہم کبھی بھی نہیں اتار سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان برکات میں سے وافر حصہ عطا کرے۔ آمین۔

مترجم: ابو سلطان

معمولات زندگی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

از ڈائری مکرم عابد خان

؏ اے چھاؤں چھاؤں شخص تیری عمر ہو دراز

انٹرویو میں تاخیر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت فرانس کی جماعت کو اجازت عنایت فرمائی تھی کہ جمعہ کی ادائیگی کے فوراً بعد فرنچ میڈیا کے چند ممبران ملاقات کے لئے آجائیں۔ غلطی سے لوکل جماعت نے میڈیا والوں کو غلط وقت کی اطلاع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمعہ کی ادائیگی کے فوراً بعد وہ جرنلسٹ وہاں پر نہ پہنچ سکے چنانچہ حضور انور جمعہ کی ادئیگی کے بعد اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی فرمائی کہ اگر وہ جرنلسٹ آجائیں تو حضور انور کو مطلع بھی کر دیا جائے۔

یہ جاننے کی وجہ سے کہ حضور انور کی طبیعت خراب ہے اور ابھی ابھی رہائش گاہ تشریف لے گئے ہیں مجھے لگا کہ حضور انور کو زحمت نہیں دینی چاہیئے اور لوکل جماعت کے کوئی عہدیدار یہ انٹرویو دے دیں گے۔ مگر اب چونکہ حضور انور نے ہدایت فرمائی تھی اس لئے آپ کی خدمت میں اطلاع پہنچانا ضروری تھا۔

باوجود اس کے کہ حضور انور کی طبیعت ناساز تھی اور ابھی چند ہی لمحے قبل کھانے کے لئے اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے تھے، حضور انور اپنے دفتر تشریف لائے اور فرنچ میڈیا کے دو مختلف چینلز کے جرنلسٹس کو سوالات کے جوابات مرحمت فرمائے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی احباب جماعت سے محبت کی ایک اور مثال

انٹرویو ختم ہونے کے بعد حضور انور اس عمارت کے صحن میں نصب مارکی کی طرف تشریف لے گئے جہاں احمدی احباب جمعہ کی ادائیگی کے بعد کھانا تناول فرما رہے تھے۔

امیر صاحب فرانس سے مخاطب ہو کر حضور انور نے فرمایا:

’’اس بات کا خاص رکھیں کہ ہر فرد واحد کو اچھی مقدار میں کھانا ملے۔ کوئی بھی بھوکا واپس نہ جائے اور کوئی بھی ایسا نہ ہو جس کو اس کی ضرورت کے مطابق کھانا نہ ملے۔ اگر آپ کے پاس کھانے کے لئے پیسوں کا انتظام نہیں ہے تو میں ذاتی طور پر آپ کو پیسے دے دوں گا، لیکن کسی کو کھانے سے انکار نہیں کرنا یا کم کھانے کا نہیں کہنا۔‘‘

یہ حضور انور کی ہر احمدی کے لئے محبت کا ایک نہایت شاندار پیغام اور مثال تھی۔ مجھے نہیں پتہ کہ یہ الفاظ بے ساختہ تھے یا کسی احمدی کی طرف سے کھانے کی کمی کے حوالہ سے حضور انور کو کوئی شکایت موصول ہوئی تھی۔ خیر! جو بھی وجہ ہو حضور انور کی ہدایت سے احباب جماعت سے آپ کی بے پناہ محبت جھلک رہی تھی۔

جب حضور اپنی رہائش گاہ کے لئے بڑھے تو آپ کی طبیعت کی ناسازی دیکھ کر میں نے عرض کی کہ ’’حضور! کاش میں ڈاکٹر ہوتا تو آپ کی راحت کا کچھ سامان کرسکتا۔‘‘

اس پر حضور انور نے فرمایا:

’’ڈاکٹرز بھی کچھ نہیں کر سکتے، ٹھیک ہونے کے لئے کچھ وقت تو درکار ہوتا ہی ہے۔‘‘

جب حضور انور اپنی رہائش گاہ کی سیڑھیوں سے اوپر تشریف لے جا رہے تھے تو میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش! آپ کچھ دیر آرام فرمالیں۔ اگرچہ کچھ دیر میں ہی آپ اپنے دفتر تشریف لے آئے اور ایک بھرپور ملاقات کے سیشن میں درجنوں احمدی فیملیز سے ملاقات فرمائی۔

(دورۂ فرانس حضور انور مؤرخہ 11 اکتوبر 2019ء)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

أَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِيْكُمْ والی حدیث پڑھنی شروع کر دی اور خود ہی واعظانہ طور پر اس کی تشریح شروع کر دی۔ جب وہ بہت ساوقت لے چکا تو میں نے کہا کہ میری بات بھی سن لو کہ اس حدیث کے الفاظ سے ثابت ہے کہ یہ تاویل طلب ہے اور پھر میں نے اس پر جرح کرنی شروع کر دی۔ میری جرح سے وہ تنگ پڑا۔ (جو حدیث ہے وہ بخاری کی حدیث بھی ہے، مسلم میں بھی ہے، مسند احمد میں بھی ہے۔ حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں كَيْفَ أَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔ اور بعض روایات میں فَاَمَّكُمْ مِنْكُمْ ہے۔ یعنی تمہاری کیسی نازک حالت ہو گی جب ابن مریم یعنی مثیل مسیح مبعوث ہو گا جو تمہارا امام اور تم میں سے ہو گا۔ اور جیسا کہ میں نے کہا دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ تم میں سے ہونے کی وجہ سے تمہاری امامت کے فرائض انجام دے گا۔ اسی حدیث کو اُس مولوی نے پیش کیا لیکن میں نے اُس سے کہا کہ تم تشریح غلط کر رہے ہو) اور میں نے آیات مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ، اور پھر اس کے بعد وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی آیات پیش کیں اور پھر فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ والی حدیث پڑھی۔ (یہ بھی ایک لمبی حدیث ہے) اور اس کی تفسیر ذرا وضاحت سے بیان کی تو وہ بہت پریشان ہوا اور غیظ و غضب میں بھر گیا اور مہر رلدو کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ اس نے سیدھا نہیں ہونا۔ یہ مرزائی بڑے سخت اور بے ادب ہوتے ہیں اور میں کوئی بات اور بیان نہیں کروں گا۔ چنانچہ مہر رلدو بھی بہت شرمندہ سا ہوا اور اُس کے چہرہ سے شرمندگی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ کیونکہ اس مولوی سے کوئی معقول جواب اور مجھے پوری تبلیغ نہ پہنچی۔ خیر ہم اُٹھ کر چلے آئے اور میرے والد صاحب کے سامنے مہر رلدو نے بیان کیا کہ مولوی محمد علی، عبد الرشید کو پورے طور پر سمجھا نہیں سکا اور مولوی صاحب غصے میں بھر گئے تھے۔ بچہ ہے۔ سمجھ جائے گا۔ (لیکن ان کا تو آج تک یہی حال ہے کہ مولویوں کے پاس جو علم ہے اس سے تو ہمارے جو بچے اللہ کے فضل سے علم رکھتے ہیں، اُن کا علم بھی ان مولویوں کے علم سے زیادہ ہے۔ اور ان بچوں کا بھی منہ بند نہیں کر سکتے۔ لیکن ڈھٹائی کا تو کوئی علاج نہیں ہے۔)

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ۔ غیر مطبوعہ جلد 12 صفحہ 32-33)

ایک واقعہ مجھے یاد آ گیا۔ مکرم ثاقب زیروی صاحب نے لکھا ہے۔ چند دہائیاں پہلے عطاء اللہ شاہ بخاری ایک مولوی ہوتے تھے۔ وہ ایک جگہ تقریر کر رہے تھے، کہتے ہیں کہ مجھے بھی کان میں آواز پڑ گئی کیونکہ اتفاق سے میں اُس علاقے میں تھا۔ اور مولوی صاحب فرمانے لگے۔ یہ عطاء اللہ شاہ بخاری بڑے عالم تھے، کہ اگر خدا تعالیٰ بھی مجھے آ کر کہے کہ مرزا صاحب سچے ہیں تب بھی میں نہیں مانوں گا۔ تو یہ تو ان کے ایمان کی حالت ہے۔

(خطبہ جمعہ 20 ؍اپریل 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

آج کی دعا

لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

(الاعراف: 150)

ترجمہ: اگر ہمارے ربّ نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں بخش نہ دیا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

یہ حضرت موسیٰؑ کی قوم کی رحمت و بخشش کی دعا ہے۔

اس سے پہلے کی قرآنی آیات میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیورات سے ایک ایسے بچھڑے کو معبود پکڑ لیا جو ایک بے جان جسم تھا جس سے بچھڑے کی سی آواز نکلتی تھی۔ وہ اُسے پکڑ بیٹھے اور وہ ظلم کرنے والے تھے۔ اور جب وہ نادم ہو گئے اور انہوں نے جان لیا کہ وہ گمراہ ہو چکے ہیں تو انہوں نے مذکورہ بالا الفاظ میں خدا کے حضور دعائے مغفرت و بخشش کی۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

مدثر ظفر

آپریشن بے بی لفٹ Operation Babylift

جنگوں کی تاریخ نہایت دردناک و کربناک ہے۔معلوم تاریخ سے آج تک جنگوں میں وحشت و بربریت کی ایسی کہانیاں رقم کی گئی اور کی جا رہی ہیں جنہیں سن، دیکھ اور پڑھ کر درددل رکھنے والے ہر شخص کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ المیہ تو یہ ہے کہ موجودہ دور میں قیام امن کے نام پر ظلم و بربریت کی اسی روایت کو برقرار رکھا جارہا ہے اور اس نام نہاد امن کی خاطر اب تک لاکھوں انسان صفحہ ہستی سے مٹا دیے گئے ہیں۔فی زمانہ جنگ وجدل کا بڑا سبب ایک دوسرے کے وسائل پر قبضے کی کوشش ہے۔اس میں کامیابی ہو یا نا ہو مگر تاریخ کی ہر جنگ نے اپنے پیچھے کشت و خون سے عبارت کہانیاں چھوڑی ہیں۔ایسی ہی ایک جنگ، جنگ ویتنام بھی ہے۔ یہ جنگ یکم نومبر 1955ء سے 30 اپریل 1975ء تک جاری رہی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس جنگ میں کل بیس لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔ ان میں گیارہ لاکھ ویتنام کے فوجیوں کے ساتھ امریکی و اتحادی افواج میں ہلاکتوں کا اندازہ 280,000 ہے۔ جبکہ 15 لاکھ فوجی و عام شہری زخمی ہوئے۔ان زخمیوں میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی تھی جو عمر بھر کے لیے معذور ہو گئے تھے۔ اس جنگ کے اسباب ہمارا موضوع نہیں ہیں بلکہ اس میں ہونے والی ہلاکتوں کے نتیجے میں جنم لینے والا ایک انسانی المیہ ہے۔ ویتنام کی جنگ اپنے اختتام کو پہنچی تو اپنے پیچھے لاکھوں کی تعداد میں یتیم ہونے والے بچے چھوڑ گئی۔ان بچوں کا مستقبل کیا ہوگا اس امر نے دنیا کی توجہ اپنی طرف مبزول کی۔اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے امریکہ کے 38 ویں صدر گیرالڈ فورڈ نے انسانی ہمدردی کے تحت آپریشن بے بی لفٹ کا اعلان کیا۔اور ایک ملٹری انٹیلجنس ایجنسی Attache جو سائیگان، ویتنام میں ہی موجود تھی کے تعاون سے بچوں کے انخلاء کا منصوبہ بنایا۔

ان یتیم بچوں میں سے 33,000 ہزار بچے امریکہ، کینیڈا، جرمنی، فرانس اور آسٹریلیا میں بھجوا دیے گئے جہاں انہیں کئی خاندانوں نے گود لیا۔ یہ انسانی تاریخ کی سب سے بڑی اڈاپشن بھی تھی۔ ویتنام سے ان بچوں کو نکالنے کا منصوبہ بنایا گیا جسے آپریشن بے بی لفٹ کا نام دیا گیا۔ اس کا مقصد ان یتیم اور بے سہارا بچوں کو چھت اور بہتر مستقبل فراہم کرنا تھا۔ ان میں سے کچھ تعداد ایسے بچوں کی بھی تھی جن کے والدین زندہ تھے لیکن بے گھر ہو چکے تھے۔ ان کا کاروبار تباہ ہو چکا تھا، وہ خوف کا شکار تھے اور اپنے بچوں کے مستقبل کے حوالے سے پریشان تھے۔ ایسے والدین نے بھی اپنے بچوں کو اس آپریشن کے تحت یتیم بچوں کے ساتھ بھجوا دیا اور خود ویتنام میں ہی رہے۔

4 اپریل 1975ء کو پہلا Galaxy C-5A ملٹری کارگو جہاز سیگان سے ویتنامی بچوں کے ساتھ امریکہ کے لیے روانہ ہوا۔ جہاز کو اڑان بھرے ابھی صرف 12 منٹ ہی ہوئے تھے کہ کسی فنی خرابی کے باعث اس کے پچھلے حصہ میں دھماکہ ہوا جس کے نتیجے میں ریمپ ڈور (دروازہ جہاں سے جہاز میں سامان لوڈ کیا جاتا ہے) کھل گیا۔ دروازہ کھلنے سے جہاز کے کیبن کا پریشر ختم ہوگیا اور جہاز تیزی سے زمین پر گرنے لگا۔ اس وقت جہاز 12,000 فٹ سے زائد بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ پائلٹ نے جہاز کو واپس ایئر پورٹ کی طرف لے جانے کی کوشش کی۔ تمام تر کوشش کے باوجود پائلٹ جہاز کو رن وے پر اتارنے میں ناکام رہا، بالآخر پائلٹ نے جہاز کو کریش لینڈ کروانے کا فیصلہ کیا۔ چاولوں کے کھیت میں کریش لینڈ نگ کے دوران جہاز دوبار زمین سے ٹکرا کر فضاء میں بلند ہونے کے بعد کریش ہوا اور نصف میل تک زمین پر گھسٹتا گیا۔ جس کے نتیجے میں دو ٹکڑوں میں تقسیم ہونے کے بعد جہاز میں آگ بھڑک اٹھی۔ جہاز پر سوار 300 میں سے 138 افراد اس افسوس ناک حادثہ میں جاں بحق ہوئے جن میں آپریشن بے بی لفٹ کے تحت بھجوائے جانے والے 78 بچے بھی شامل تھے۔ 35 خواتین بھی مرنے والوں میں شامل تھیں جن کا تعلق ملٹری انٹیلجنس ایجنسی سے تھا۔ ان میں سے 5 خواتین کے سپرد بچوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری تھی۔

گو کہ پہلا جہاز کریش ہونے کی وجہ سے مشن کے تسلسل میں تعطل آیا لیکن آپریشن رکا نہیں اور 4 ہفتوں تک مسلسل بچوں کو ویتنام سے نکالا جاتا رہا۔ چار ہفتوں کے دوران 33,000 سے زائد بچوں کو کامیابی سے دوسرے ممالک میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ ایک امریکی بزنس مین رابرٹ میکالی نے جب سنا کہ ملٹری جہازوں کی کمی کے باعث بچوں کو اس طرح نکالنے میں ایک ہفتے سے زیادہ وقت لگ سکتا ہے تو انہوں نے اپنے خرچ پر world airways سے ایک بوئنگ 747 جہاز کرائے پر حاصل کیا۔جس پر مزید 300 یتیم بچوں کو ویتنام سے نکالا گیا۔ اس خرچ کے لیے انہیں اپنا گھر گروی رکھنا پڑا تھا۔ آپریشن جاری رہا لیکن تیزانیت ایئر پورٹ پر ہوئے ایک حملہ میں رن وے کو نقصان پہنچنے کے باعث مزید فلائٹ اڑانا ممکن نہیں تھا۔

اس آپریشن کے تحت بھجوائی گئے بچوں کو لوگوں نے گود لیا۔ ان میں سے کئی بچے جوان ہونے پر واپس ویتنام بھی گئے۔ انہوں نے اپنے خاندان کے افراد کو ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ اپنے لواحقین کا پتہ لگانے کے لیے ڈی این اے ٹیسٹنگ کا سہارا بھی لیا گیا۔آسٹریلیا میں مقیم ''کرسٹینا'' اس آپریشن کے تحت ویتنام سے بھجوائے جانے والے بچوں میں شامل تھی۔ کرسٹینا کی عمر اس وقت پینتیس سال تھی جب اس نے ویتنام جا کر اپنے رشتہ داروں کو ڈھونڈنے کا سوچا۔ ویتنام میں اس کے والدین کے ساتھ کیا ہوا اسے کچھ یاد نہیں تھا۔ اسے صرف اتنا یاد تھا کہ شدید زخمی حالت میں ہاسپٹل میں تھی اور اس کے والدین میں سے کوئی بھی اس کے پاس نہیں تھا۔ اس نے اسٹیٹ گورنمنٹ اڈاپشن کے کاغذات کے ذریعے اپنے رشتہ داروں کو ڈھونڈا اور جب اپنی بیٹی کے ساتھ ائیر پورٹ پر اپنے رشتہ داروں سے ملی تو جنگ ویتنام کا لقمہ بن چکے اپنے پیاروں کو یاد کر کے ساتھ وہ سب پھوٹ پھوٹ کر روئے۔

اسی طرح کئی بچوں نے ویتنام واپس آ کر اپنے رشتہ داروں کو تلاش کیا۔ لیکن کئی بچے ایسے بھی تھے جو اپنے دردناک ماضی کے بارے میں جاننا نہیں چاہتے تھے۔ آسٹریلیا میں مقیم ''شین'' بھی ان میں سے ایک تھا۔ وہ چھ ماہ کا تھا جب اسے ایک آسٹریلین فیملی نے گود لیا تھا اور وہ پہلا بچہ تھا جسے کسی نے گود لیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ بالکل بھی اپنے حقیقی والدین اور دوسرے رشتہ داروں کو تلاش نہیں کرنا چاہتا جن کے بارے میں اسے یقین ہے کہ وہ جنگ کا نوالہ بن چکے ہوں گے۔ یقیناً میرا ماضی بہت دردناک رہا ہوگا، میں اپنی موجودہ زندگی سے خوش ہوں۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر میں کبھی گیا بھی تو صرف ویتنام کی ثقافت اور وہاں کے لوگوں کو دیکھوں گا، ویتنام کی سیر کروں گا اور اس ملک کو گھوم پھر کر دیکھوں گا جہاں میں پیدا ہوا تھا۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION · Download on the App Store · Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

مترجم: ابو سلطان

میں اپنے خلیفہ سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں

منظوم کلام: سید طالع احمد شہید

I love my Caliph more than the others	میں دوسروں کی نسبت اپنے خلیفہ سے زیادہ محبت کرتا ہوں
They only love,I'm only his lover	وہ صرف محبت کرتے ہیں، میں تو اسی کی محبت میں وارفتہ ہوں
They crawl to his hand from far icy coasts	لوگ آپ کے ہاتھ کی طرف دور دراز برفانی ساحلوں سے گھٹنوں کے بل چلے آتے ہیں
A wonderful host,supported by hosts	کیا ہی اعلیٰ میزبان ہے جس کی معاونت میں لوگوں کا ایک ہجوم ہے
As mountains migrate for prophets and kings	جیسے پہاڑ (عالی مرتبہ لوگ) نبیوں اور بادشاہوں کے لئے سرک جاتے ہیں
When heaven comes near they see him and sing	جب آسمان قریب آجاتا ہے تو وہ (پہاڑ) اس کو دیکھ کر خوشی سے گانے لگتے ہیں
My silence might grate but I love him more	میری خاموشی بھلے کسی کو نہ بھائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں آپ کی محبت میں سرشار ہوں
Whole with holiness as my soothed soul soars	آپ کی قربت میں میری پرسکون روح بلند پرواز کرنے لگتی ہے
When they see his face they weep and they cry	جب وہ (عشاق) آپ کا چہرہ دیکھتے ہیں تو وہ (فرطِ اشتیاق سے) روتے ہیں
My heart beats to tears but my eyes are dry	میرا دل (فرطِ محبت سے آنسو) بہاتا ہے مگر میری آنکھیں (افشائے محبت کے خوف سے) خشک رہتی ہیں
But by God's promise I'm able to boast	لیکن با خدا میں بڑے فخر سے کہہ سکتا ہوں
I swear I can prove I love him the most	واللہ! میں ثابت کرسکتا ہوں کہ میں آپ سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں
They truthfully tell,disclosing their love	لوگ برملا اپنی سچی محبت کا اظہار کرتے ہیں
Humble,he blushes,embarrassed enough	تو آپ جو سراسر عاجزی کا پیکر ہیں اپنے آپ کو اس قابل بھی نہیں قرار دیتے
For his weary ears,here surely prefer	یہ تعریف آپ کے کانوں پر گراں گزرتی ہے وہ جس آواز کی جستجو کرتے ہیں
Durood and Takbirs,Allahu Akbar	وہ درود، تکبیرات اور اللہ اکبر ہے
So their cue of lovers ends at this line	لوگوں کا اظہار محبت اس اشارہ پر ختم ہو جاتی ہے
I keep my secret for his sake not mine	میں اپنے دل کا حال صرف آپ ہی کی خاطر پوشیدہ رکھتا ہوں، نہ کہ اپنے لیے
The lamp in my night,forever aglow	میرا (محبت بھرا) چراغ رات بھر چراغاں کرتا رہے گا
I love my Caliph but he'll never know	میں اپنے خلیفہ سے کس قدر محبت کرتا ہوں، آپ کو کبھی پتہ نہ چلے گا

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

’’یہ جلسہ ایسا تو نہیں ہے کہ دنیا کے میلوں کی طرح خواہ نخواہ التزام اس کا لازم ہے بلکہ اس کا انعقاد صحتِ نیت اور حسن ثمرات پر موقوف ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد نمبر ا صفحہ 440)

آپؑ مزید فرماتے ہیں کہ ’’یہ دنیا کے تماشوں میں سے کوئی تماشا نہیں ۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 443)

چھوٹی مگر سبق آموز بات

جلسہ سالانہ کے ایام میں دن رات کام جاری رکھنے کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’یہ بھی لوگوں کو وہم ہے کہ اگر رات نہ جاگیں تو انسان کو پتا نہیں مرجاتا ہے یا کیا ہو جاتا ہے۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی زندگی میں تین دفعہ یہ سبق سکھایا ہے کہ اگر آدمی دو مہینے بھی نہ سوئے ٹھیک طرح تب بھی کچھ نہیں ہوتا۔ صحت اچھی ہو جاتی ہے خراب نہیں ہوتی۔ اس واسطے یہ جلسہ کیا؟ جلسہ کے تو ہر سال ساری رات کام بھی کیا، تھوڑا سا سو بھی لیا کیا فرق پڑتا ہے۔ گھر جا کے بے شک سو لینا اپنی ماؤں کے پہلوؤں میں پیار کروانا ان سے کہ ہم کام کر آئے ہیں‘‘

(خطبہ جمعہ 21 نومبر 1980ء، خطبات ناصر جلد ہشتم صفحہ 711)

07 اکتوبر 2021ء

		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	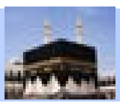	04:58	18:03
مدینہ منورہ	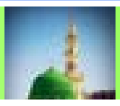	04:58	18:03
قادیان	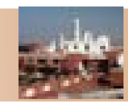	05:05	18:06
ربوہ		04:45	17:46
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:44	18:27